INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

# ہفت روزہ ختم نبوۃ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

۳۳

۲۰ تا ۲۶ شعبان ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۲ تا ۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء

## میں مسلمان کیوں ہوا؟

ایک نومسلم کی دردبھری آپ بیتی

# رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا

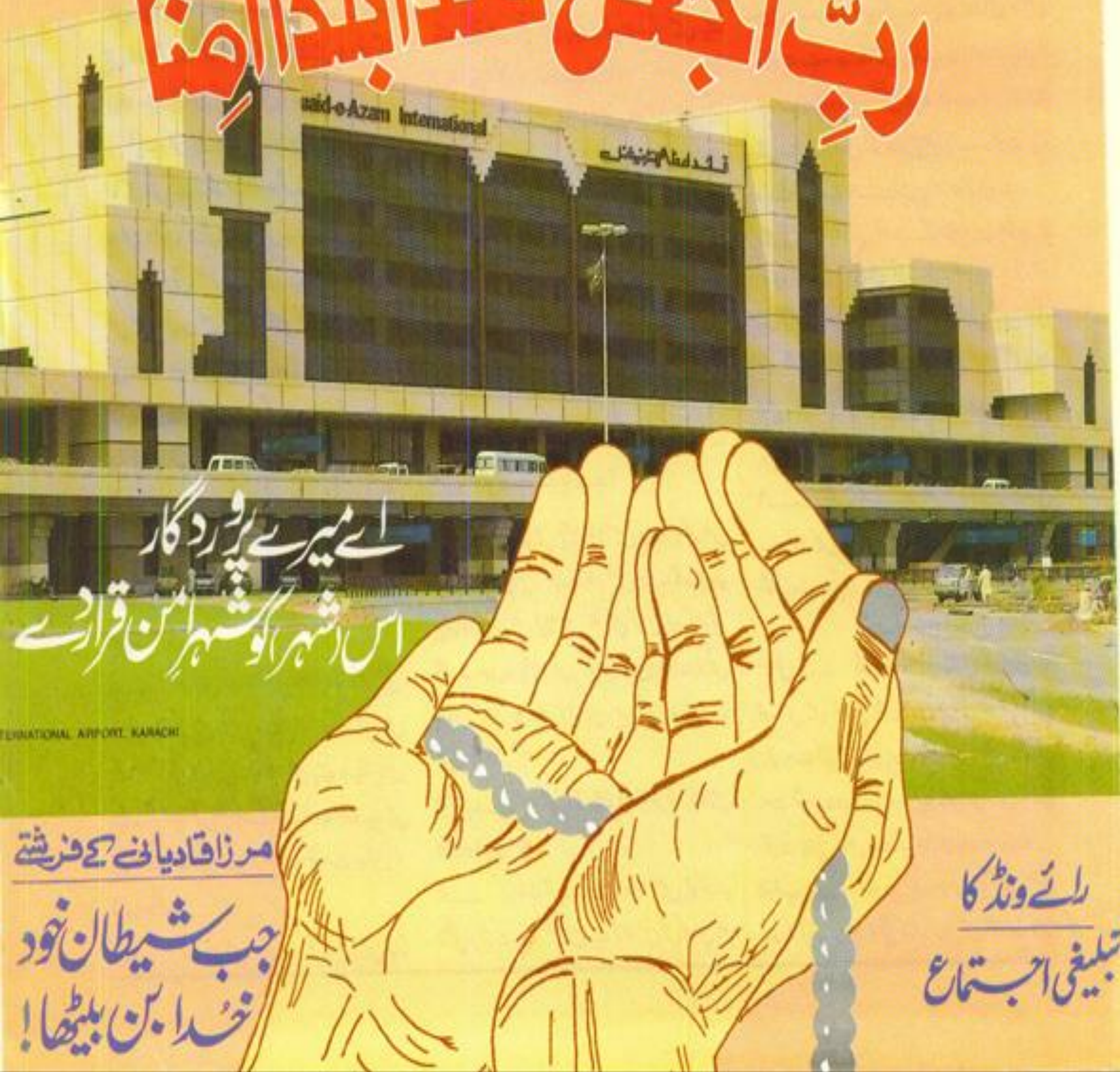


اے میرے پروردگار
اس شہر کو شہرِ امن قرار دے

## مرزا قادیانی کے فرشتے

## جب شیطان خود خدا بن بیٹھا!

## رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع

## یہ پیشگی رشوت ہے!

سوال..... میں ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں بیکشن ٹریڈ لائسنس میں سب انسپکٹر کی حیثیت سے کام کرتا ہوں۔ اس میں ہمارا کام مختلف دکانوں، فیکٹری کا لائسنس چیک کرنا ہوتا ہے۔ اس میں الگ الگ فیس (چالان) گورنمنٹ کے کھاتے میں جمع ہوتے ہیں اور ہمارے محکمہ کا قیام اسی سلسلے میں ہوا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ گورنمنٹ کو مالی فائدہ ہو۔

ایک دکان دار لائسنس بنانا چاہتا ہے تو ہمارے ساتھی اس سے رشوت طلب کرتے ہیں۔ اس میں وہ اوپر والوں کو بھی دیتے ہیں۔ اس طرح اگر ۱۲۰ روپے کا ہو تو یہ حضرت ۱۰۰۰ روپے تک لیتے ہیں اور اس میں کوئی حد نہیں کیونکہ بعض ایسے ہوتے ہیں وہ کئی سال سے فیس جمع نہیں ہوتی اس وجہ سے وہ زیادہ رشوت لیتے ہیں اور لوگ دینے پر مجبور ہوتے ہیں کیونکہ اب ہمارے پاس مجسٹریٹ پاور بھی ہے کہ اگر لائسنس نہیں بناتے تو SDM کے سامنے پیش ہونا پڑے گا۔

اب اس سلسلے میں چند مسئلے میرے ساتھ درپیش ہیں۔

۱..... اگر میں خود لائسنس بناؤں تو مجھے منشی، انسپکٹر وغیرہ کو پیسے نہیں دینے پڑیں گے۔ اس میں مجھے ڈاکٹر اور انچارج کے پھر بھی پیسے دینے پڑیں گے۔ مگر اس طرح ۱۰۰۰ کے بجائے ۳۵۰ روپے میں بن جائے گا۔ اس سے عوام اور حکومت دونوں کو فائدہ ہوگا۔

۲..... اب جو میں مختلف ہوٹل وغیرہ میں جاتا ہوں وہ اصرار کرتے ہیں کہ کچھ کھا پی لیں۔ یہ کیسا ہے؟

۳..... چونکہ ہمارا کام آؤٹ ڈور کا ہے اس لئے بس حاضری لگا کر ایریے میں چلا جاتا ہوں اور ایک دو گھنٹے کام کیا اور گھر واپس آجاتا ہوں یہ کیسا ہے؟

۴..... ایک صاحب موٹر سائیکل کے پیٹرول کے پیسے لیتے ہیں باقی کوئی پیسے رشوت کے نہیں لیتے ہیں۔ کیا یہ عمل درست ہے؟

۵..... شروع میں علاقے میں کام کیا۔ تو میرے ساتھ ایک اور صاحب ہوتے تھے وہ رشوت لیتے تھے گو کہ میں کچھ نہ کھاتا نہ پیتا مگر دکاندار تو یہ سمجھتا تھا کہ میں بھی شامل ہوں۔ پھر میں نے علاقے میں جانا چھوڑ کر بس دفتر میں بیٹھنا شروع کر دیا تو انچارج کہنے لگے کہ آپ کے ذمہ گورنمنٹ کے لئے روپے جمع کرنا ہے اگر آپ نہیں کروگے تو تنخواہ لینا جائز نہیں۔ کیونکہ دفتر میں میرا کوئی کام نہیں۔ کیا اس طرح تنخواہ میرے لئے جائز ہے؟

۶..... حضرت میں پیچھے ہٹنا نہیں چاہتا کیونکہ اس طرح کوئی بھی اس قسم کے کام نہیں کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں فیلڈ میں کام بھی کروں اور گناہ گار بھی نہ ہوں۔ یا پھر میں منشی کی طرح صرف نوٹس بانٹوں کیونکہ پھر مجھے کوئی لین دین نہیں کرنی پڑے گی۔

جواب..... کسی کے بھلے کی خاطر خود گناہ میں مبتلا ہونا جائز نہیں۔

۲..... یہ کھانا آپ کے لئے جائز نہیں کیونکہ یہ پیشگی رشوت کے حکم میں ہے خواہ اس کو کچھ ہی نام دیا جائے۔

۳..... متعلقہ محکمہ کی طرف سے یومیہ آؤٹ ڈور جتنا کام ایریئے کے اعتبار سے آپ کے فرض منصبی میں داخل ہے اگر وہ آپ دیانتداری سے مکمل کرکے گھر جاتے ہیں تو جائز ہے اور اس کی اجرت حلال ہے لیکن اگر آؤٹ ڈور ڈیوٹی گھنٹوں کے اعتبار ہے تو مقررہ گھنٹے پورے کرنا لازم ہے خواہ اس دوران کوئی کام ہو یا نہ ہو اس سے قبل واپس آنا جائز نہیں۔ (الدر المختار جلد ۲ ص ۱۸۰ تا ۱۸۱)

۴..... جب متعلقہ محکمہ کی طرف سے اس فرض منصبی پر تنخواہ مقرر ہے اور عموماً اس میں آؤٹ ڈور کام کی بناء پر سواری کے پیٹرول کے اخراجات کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے تو پھر موٹر سائیکل پیٹرول کے لئے امیدوار سے پیسے لینا بھی خالص رشوت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

۵..... اگرچہ تہمت کے مقام سے بچنا چاہئے لیکن آپ کی ڈیوٹی ہی آؤٹ ڈور کام کی ہے تو دفتر میں بیٹھنے سے آپ کے لئے تنخواہ حلال نہیں ہوگی بلکہ آپ دیانتداری سے اپنے فرائض منصبی بجا لائیں اور فیما بینک و بین اللہ معاملات درست رکھیں پھر کسی کی بدگمانی کی ہرگز پرواہ نہ کریں۔

۶..... آپ ہمت سے کام لیں اور دیانتداری سے فیلڈ میں کام کریں ان شاء اللہ توفیق خداوندی شامل حال ہوگی۔

## کثرت احتلام کا علاج (حافظ محمد حسن)

سوال..... مجھ کو احتلام کی بیماری لگی ہوئی ہے اور اس میں بہت پریشان ہوں ہر کوئی مجھ کو کہتا ہے کہ بہت کمزور ہوگئے ہو کیا بات ہے۔ اس سے میں بہت شرمندہ ہوتا ہوں۔ آپ مجھے کوئی تعویز یا کوئی آیت بتادیں جس سے یہ بیماری دور ہو جائے

جواب..... نمکوں پر ایک سو مرتبہ یا قوی یا متین پڑھ کر ایک چائے کا چمچ کھالیا کریں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATME NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

# ہفت روزہ ختم نبوۃ

جلد نمبر ۱۴
شمارہ نمبر ۳۳

۲۶ شعبان ۱۴۱۶ھ بمطابق
۱۲ تا ۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء

REGD. NO.SS-160

**سرپرست**
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

**مدیر اعلیٰ**
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

**مدیر مسئول**
عبدالرحمٰن باوا

**مجلس ادارت**
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ○ مولانا اللہ وسایا
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ○ مولانا منظور احمد حسینی
مولانا محمد جمیل خان ○ مولانا سعید احمد جلالپوری

**مدیر**
حسین احمد نجیب

**سرکولیشن منیجر**
عبداللہ ملک

**قانونی مشیر**
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

**ٹائیٹل و تزئین**
ارشد دوست محمد

## اس شمارے میں

اداریہ ۴
میں مسلمان کیوں ہوا؟ ۶
مرزا قادیانی کے فرشتے ۱۰
رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع ۱۲
بنیاد پرستی۔ اعزاز یا الزام؟ ۱۶
مرزا قادیانی کی خوراک ۱۸
مسئلہ حیات و نزول مسیحؑ اور احادیث خاتم الانبیاءؐ ۲۰

**قیمت ۳ روپے**

**بیرون ملک چندہ**
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۶۰ ڈالر ○ یورپ اور افریقہ ۵۰ ڈالر
○ متحدہ عرب امارات و انڈیا [illegible] ڈالر
چیک، ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر [illegible] کراچی پاکستان ارسال کریں

**اندرون ملک چندہ**
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵
سہ ماہی ۴۵ روپے

**مرکزی دفتر**
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 514122

**رابطہ دفتر**
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی
فون 7780337 فیکس 7780340

LONDON OFFICE
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: ۳۰۱ بنز ریٹا روڈ (؟) کراچی

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

# حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ

تاریخ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ۔ ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء شب دوشنبہ کو دو بجے حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی ۸۵ برس کی عمر میں رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ کو بروز چہار شنبہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے' دینی تعلیم مدرسہ لکھنؤ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں حاصل کی' فقہ و حدیث اور درس نظامی کی تکمیل کے بعد "مولوی فاضل" اور قرات کی سندات بھی دارالعلوم ہی سے حاصل کیں' پھر تکمیل الطب کالج لکھنؤ میں طب کا نصاب مکمل کیا' اور کان پور میں مطب جاری کیا۔ ۱۹۲۹ء میں حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی دعوت پر ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے تدریسی خدمات وقف کردیں' اور زندگی کا طویل دورانیہ دارالعلوم کے ساتھ وابستگی میں گزارا' وہاں کے شیخ الحدیث اور مہتمم بھی رہے' اسی دوران حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کی فرمائش پر "اسلام کا سیاسی نظام" لکھی' یہ گویا آئین پاکستان کا پہلا خاکہ تھا۔ یہ کتاب حضرت سید صاحبؒ کے ادارہ دارالمصنفین اعظم گڑھ سے شائع ہوئی اور پاکستان میں سندھ اکیڈمی نے اسے شائع کیا۔

سنہ ۱۳۹۰ھ کے اواخر اور ۱۹۷۱ء کے اوائل میں حضرت اقدس محدث العصر سیدی و شیخی الشیخ العلامہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف نور اللہ مرقدہ کی دعوت پر پاکستان تشریف لائے' حضرت نے جامعہ علوم اسلامیہ کے شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد کی نگرانی پر حضرت مرحوم کو مقرر فرمایا' اور ایک عرصہ تک اس شعبہ کے مشرف رہے' اور اس شعبہ کے طلبہ کو "حجۃ اللہ البالغہ" (امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ) سبقاً پڑھائی۔ اور ایک عرصہ تک جامعہ کے شعبہ دارالتصنیف "مجلس الدعوۃ والتحقیق الاسلامی" کے رفیق رہے' اور متعدد کتابیں ان کے قلم سے نکلیں' اظہار حقیقت' نور العینین فی تفسیر المعوذتین' دینی نفسیات' ایمان وایمانیات' نور حیات وغیرہ۔ علاوہ ازیں ان کے متعدد مضامین ومقالات ماہنامہ "بینات" کی زینت بنے۔

حضرت مولانا مرحوم اصلاح وارشاد کا تعلق حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے رکھتے تھے اور ہمارے حضرت عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحی عارفی (قدس سرہ) سے مجاز تھے۔ عجز وانکسار میں ممتاز تھے' مزاج میں تواضع اور مسکنت تھی۔ نماز میں ان کے خشوع کی کیفیت دیدنی ہوتی تھی' جو ہم خوردوں کے لئے لائق رشک بھی تھی اور سبق آموز بھی' الغرض حال وقال اور ظاہر وباطن کے جامع تھے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً

مرحوم کا نشوونما لکھنؤ کی فضا میں ہوا تھا' ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کے مدرسہ میں ہوئی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت وعظمت ان کی روح وقلب میں پیوستہ تھی' پھر ان کی عمر عزیز کا قیمتی حصہ بھی لکھنؤ کے اسی ماحول میں گزرا تھا' اور انہوں نے مدح صحابہؓ میں لوگوں کی چیرہ دستیوں اور تحریک مدح صحابہؓ کی جولانیوں کو بچشم خود دیکھا تھا' اس لئے دشمنان صحابہؓ کے لئے ان کے دل میں کوئی نرم گوشہ نہ تھا۔ ادھر محمود احمد عباسی کی تحریک ناصبیت بھی بظاہر حمایت صحابہؓ کے پردے میں اٹھائی گئی تھی' جس نے ہمارے دینی مدارس کے بہت سے فضلاء کو متاثر کیا' اور بہت سے نوجوان علماء نے رافضیت کے رد عمل میں محمود احمد عباسی کے افکار کی آبیاری شروع کردی اور اسی کو مسلک اہل سنت کی خدمت تصور کیا' ا[illegible] حضرات نے مولانا مرحوم کی شخصیت سے فائدہ اٹھایا' مرحوم کو "امام اہل سنت" کا خط[illegible] دے کر ان کا قرب حاصل کیا اور مرحوم سے اپنی کتابوں پر تقریظیں لکھوانی شروع کردیں [illegible] مولانا مرحوم کو اس تحریک ناصبیت کے قائد کی حیثیت سے پیش کیا۔

حضرت مرحوم کا ناصبیت کی طرف انتساب ہم خدام کیلئے موجب تشویش تھا' ادھر ان کا مدرسہ سے تعلق اس تشویش میں مزید اضافے کا موجب تھا' ہم خدام نے کوشش کی کہ مرحوم کا "ناصبی تحریک" کے نمایاں لوگوں سے تعلق ختم ہوجائے اور وہ ان کے غلط سلط رسائل وکتب پر تصدیق وتقریظ ثبت نہ فرمایا کریں' مگر افسوس کہ یہ کوشش "سعی لاحاصل" رہی۔ دریں اثناء ۱۹۸۳ء (۱۴۰۳ھ) میں حضرت مولانا قاضی مظہر حسین (چکوال) نے ۳۲ صفحے کی ایک ضخیم کتاب

## مولانا محمد اسحاق سندیلوی (کراچی) کا مسلک
## اور
## خارجی فتنہ (حصہ اول)

کے نام سے تحریر فرمائی' جس میں پوری صراحت ووضاحت کے ساتھ دلائل واقتباسات کی روشنی میں مولانا مرحوم کو اس ناصبی تحریک کا قائد ثابت کیا گیا۔

یہ کتاب راقم الحروف کو تبصرہ کے لئے بھیجی گئی' راقم الحروف نے "بینات" کے انیس صفحات میں اس کتاب کی تلخیص قارئین کے سامنے پیش کرکے اس پر اپنی جانب سے چار صفحے کا تبصرہ کیا' نامناسب نہ ہوگا اگر تبصرہ کا یہ حصہ یہاں دوبارہ نقل کردیا جائے تاکہ اس کا مالہ وماعلیہ قارئین کے سامنے آجائے:

> "مندرجہ بالا اقتباسات سے جناب مصنف کے مباحث کا خلاصہ اور ان کی تنقیحات کا نمونہ قارئین کے سامنے ہے۔ بنیادی طور پر دو مسئلے مصنف کا اصل ہدف ہیں۔
>
> ایک یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے۔ ان کی خلافت قرآن کریم کی موعودہ خلافت ہے۔ اور اس کا انکار یا اس کی تنقیص خلافت راشدہ کا انکار یا اس کی تنقیص ہے۔
>
> دوم: یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کے دور میں جو مشاجرات ومحاربات رونما ہوئے ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق بجانب تھے' جو حضرات ان کے خلاف صف آراء ہوئے وہ خطا پر تھے۔ مگر یہ سب حضرات نیک نیت تھے' انہوں نے جو کچھ کیا اپنے اجتہاد کے مطابق رضائے الٰہی کیلئے کیا۔ اس لئے وہ اپنی تمام اجتہادی خطاء پر بھی عنداللہ اجر وثواب کے مستحق ہیں' ان پر طعن وتشنیع روا

نہیں۔

بلاشبہ ان دونوں مسئلوں میں جناب مصنف نے اہل حق کے مسلک کی ٹھیک ٹھیک ترجمانی کی ہے۔ اہل حق پر جس طرح روافض کی تردید لازم ہے اسی طرح خوارج ونواصب کی تردید بھی ان پر لازم ہے۔ اور جس طرح خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف سے دفاع کرنا ضروری ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے مدافعت کرنا بھی اہل حق کا فریضہ ہے۔ جناب مصنف کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں کہ انہوں نے اہل حق کی طرف سے یہ فرض کفایہ انجام دیا ہے۔

جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر بیہودہ حملے کرتے ہیں اور آپ کی توہین وتنقیص کے درپے رہتے ہیں وہ در حقیقت ان خوارج کے جانشین ہیں جن کے بارے میں لسان نبوتؐ سے "یمرقون من الدین مروق السہم من الرمیۃ" کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ اور جن کے بارے میں فرمایا گیا کہ "لئن ادرکتہم لاقتلنہم قتل عاد" یہ خارجیت دراصل رافضیت وسبائیت ہی کی ایک شاخ ہے جس کا مقصد اکابر امت کے خلاف زہر اگلنا ہے۔ مگر ہمارے دور میں یہ ٹولہ تردید سبائیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آتا ہے اس لئے بہت سے نوجوان بھی ان سے متاثر ہوجاتے ہیں' اور ان کی بفوات کو صحیح سمجھ کر قبول کرلیتے ہیں' اس لئے شدید ضرورت تھی کہ ان مسائل میں اہل حق کے عقیدہ کی وضاحت کردی جاتی۔ جناب مصنف صحیح فرماتے ہیں کہ:

"سبائیت ویزیدیت کے اثرات دیوبندی حلقوں میں سرایت کررہے ہیں' بہت کم علماء رہ گئے ہیں جن کا مقصد تحفظ مسلک ہے۔ دینی مدارس میں بھی عقیدہ خلافت راشدہ زیر بحث نہیں آتا۔ اکابر محققین کی تحقیق پر اعتماد نہیں رہا۔ اور ہمارے مدارس کے بعض طلبہ اہل زیغ والحاد کے لٹریچر سے متاثر ہوجاتے ہیں"۔ (ص ۲۸)

جناب مصنف مد ظلہم کے مقصد سے اتفاق اور زیر بحث مسائل میں ان کے موقف کی مکمل تائید کے باوجود ہمیں ان کے انداز بیان سے اختلاف رہا ہے۔ ہمارے نزدیک اس فتنہ کی اصلاح وتدارک کی صحیح صورت یہ تھی کہ خوارج ونواصب نے جو شبہات پھیلا رکھے ہیں اور جن کا وہ ہر تقریر و تحریر میں آموختہ دہراتے رہتے ہیں' کسی خاص فرد کو نشانہ بنائے بغیر ان کا جواب دیا جاتا اور ان مسائل میں مثبت انداز میں اہل حق کا مسلک پیش کردیا جاتا۔ اس صورت میں کتاب زیادہ ضخیم بھی نہ ہوتی اور مناظرانہ رد وکد اور غیر ضروری بحث سے بھی کتاب پاک ہوتی۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی اپنے لئے "زاد سقر" تیار کرنا چاہتا تو ہماری بلا سے۔ "لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ"۔

اور اگر جناب مصنف کی نظر میں مولانا محمد اسحاق صدیقی کی کچھ تحریریں یا ان کے افکار ونظریات مسلک اہل حق کے خلاف ہیں اور ان کی اصلاح ضروری ہے تو اس کی بہترین صورت یہ تھی کہ مولانا کو ذاتی طور پر ان کی توجہ دلائی جاتی۔ اور ان سے التماس کی جاتی کہ وہ ان کی اصلاح فرمائیں' مولانا محمد اسحاق صاحب حضرت تھانوی قدس سرہ کے سلسلہ کے شیخ طریقت ہیں اور حضرت تھانویؒ کا اسوہ حسنہ ان کے سامنے ہے کہ حضرتؒ نے اپنی غلطیوں کی اصلاح کیلئے "ترجیح الراجح" کے عنوان سے ایک مستقل سلسلہ شروع کر رکھا تھا' اور اہل علم میں سے کوئی شخص حضرتؒ کی کسی فروگذاشت یا تسامح پر مطلع کرتا تو اپنی غلطی سمجھ میں آجانے کے بعد حضرتؒ اس سے رجوع کا اعلان فرمادیتے تھے۔ حضرت تھانویؒ کے خلیفہ رشید حضرت علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ کے بارے میں میں نے حضرت اقدس بنوری رحمہ اللہ سے سنا ہے کہ حضرت سید صاحبؒ آخری زمانے میں فرماتے تھے (جس کا مفہوم یہ تھا کہ میرے پہلے زمانے کی تصانیف میں کچھ تسامحات اور غلطیاں رہ گئی ہیں۔ افسوس کہ میں نظرثانی نہیں کرسکتا' کاش کہ آپ (حضرت بنوریؒ) جیسے دوچار محقق علماء میری کتابیں پڑھ کر میری غلطیوں کی نشاندہی کردیتے تو میں ان سے رجوع کا اعلان کردیتا اور ان کی اصلاح کرلیتا۔

حضرت مولانا اسحاق صاحب کے تدین وتقویٰ کے پیش نظر ان سے یہی توقع تھی کہ اگر حق پرست اہل علم ان کو ان کے تسامحات اور فروگذاشتوں کی طرف توجہ دلاتے تو وہ اپنے شیخ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کے اسوہ حسنہ کو پھر سے تازہ کرتے' اور اپنی عبارتوں کی مناسب اصلاح فرمادیتے۔

اہل علم کا دوسرے اہل علم پر رد کرنا یا ان کے نظریات پر تعقب کرنا کوئی نئی بات نہیں۔ امام مالکؒ کے بقول "کل منا راد ومردود علیہ الا صاحب ہذا القبر صلی اللہ علیہ وسلم"۔

ہم حضرات صوفیائے کے شطحیات اور اہل علم کے تفردات و شطحیات کو لائق اقتداء نہیں سمجھتے۔ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب زید مجدہم کے بعض تفردات سے ہمیں بھی اختلاف ہے' اور ان کی جن عبارتوں کی حضرت قاضی صاحب نے نشاندہی کی ہے انہیں لائق اصلاح سمجھتے ہیں' لیکن ان کے علم وفضل' زہد وتقویٰ اور شرف وعظمت کے بارے میں ہمارے دل میں کبھی وسوسہ بھی پیدا نہیں ہوا۔

حضرت قاضی صاحب تو ان کی برابر کی سطح کے بزرگ ہیں' وہ ان پر تنقید کرنے کا حق رکھتے ہیں مگر راقم الحروف جیسے لوگ ان کی خاک پا کو بھی نہیں پہنچتے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ہم جن اکابر کے حوالے سے بات کہتے ہیں خود مولانا کو بھی اعتراف ہوگا کہ وہ اپنے علم وفضل کی بلندیوں کے باوصف ان اکابر کی گرد پا کے برابر بھی نہیں۔ ان اکابر کے مسلک سے ہٹ کر خود روی وخود رائی اختیار کرنے سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اور مدت العمر اپنے اکابر اور جمہور اہل سنت کے نقش قدم پر چلنے اور اسی پر مرنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ کسے نئے نظریہ کی اختراع یا شاذ اقوال کی اتباع کبھی امت کے حق میں خیر وبرکت کی موجب نہیں ہوئی۔ ان چیزوں سے ہر مومن کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہئے۔

قاضی صاحب نے مولانا پر جو تنقیدات کی ہیں اگرچہ ان کا لب ولہجہ بہت ہی تیز وتند ہے' لیکن مولانا کی عظمت وبلندی اور ان کی بے نفسی وللہیت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس "داروئے تلخ" کو نسخہ شفاء سمجھتے ہوئے نوش کریں گے۔

ع "شفا بایدت داروئے تلخ نوش کن"۔

اظہار حقیقت میں مولانا محترم نے کیسی عمدہ بات فرمائی ہے:

"الحمد للہ کہ ان سطور کا راقم زمرہ اہل سنت والجماعت میں داخل ہے۔ اسی پر جینا اور اسی پر مرنا اس کی سب سے بڑی خواہش ہے اور اسی پر استقامت کو اپنے لئے وسیلہ نجات سمجھتا ہے۔ اس لئے اس کا پختہ عقیدہ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ کی خلافت صحیح خلافت تھی۔ اور بے شک وہ خلیفہ برحق ہیں۔۔۔۔ یہ بھی میرا عقیدہ ہے کہ معلم اعظم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت نے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے قلب کو حب دنیا کے ادنیٰ سے ادنیٰ شائبہ سے بھی پاک کردیا تھا۔ چہ جائیکہ حضرت علی المرتضیٰ جن کا شمار اکابر صحابہ میں سے ہے اور وہ اس گروہ کی افضل ترین جماعت میں شامل ہیں"۔ (جلد دوم' ص ۱۹)

ظاہر ہے کہ جب حضرت محترم مسلک اہل حق پر جینے اور مرنے کا عہد کرتے ہیں تو اگر ان کی کوئی عبارت ان کے عہد کے خلاف ہو تو اس کی اصلاح ناگزیر ہوگی۔ نیز جس طرح ان کا قلم روافض (قبحہم اللہ) کے خلاف شمشیر براں

# میں مُسلمان کیوں ہوا؟

## ایک نو مُسلم کی دَرد بھری آپ بیتی

محترم خالد محمود

۱۹۸۵ء کی بات ہے کہ میں اور میری والدہ محترمہ کراچی کے ایک علاقے کلفٹن (خیابان شجاعت) پر ایک فرانسیسی اسکول کے استاد مسٹر مورل جو کہ خود بھی فرانس کے باشندہ تھے' اس کے بنگلے میں کام کیا کرتے تھے۔ یہ فرانسیسی استاد اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہاں پاکستان آنے والے تھے۔

والدہ ان کے بچوں کی دیکھ بھال یعنی "آیا" کا کام کرتی تھیں اور میں ان کے گھر میں چوکیدار ہونے کے ساتھ ساتھ گھر کا سودا سلف بھی لایا کرتا تھا۔ نوکری کے ساتھ ساتھ ہماری رہائش بھی انہیں کے یہاں تھی۔ یعنی میں' میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی "اسلم" ان کے بنگلے کے اوپر والی منزل میں سرونٹ کوارٹر میں رہتے تھے۔

عیسائی ہوتے ہوئے میرا اور خود میری والدہ اور میرے چھوٹے بھائی اسلم کا چرچ (گرجا گھر) جانے کا اتفاق بہت کم ہوا۔ مگر گھر میں کبھی کبھی سونے سے پہلے میں اپنے عیسائی طریقہ پر دعا وغیرہ کرلیا کرتا تھا۔

۱۹۸۵ء ہی کو ایک رات میں سو رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ بہت زبردست سمندری طوفان آگیا ہے۔ خواب میں یہ طوفان میں اس جگہ دیکھ رہا ہوں' جہاں ہم اس بنگلے سے پہلے کرائے کے مکان میں رہتے تھے۔ ہمارا مکان گھاس پھونس کا جھونپڑی نما ہے۔ اور ہمارے آس پاس پڑوس میں جو مکانات ہیں وہ پختہ ہیں۔ خواب ہی میں دیکھ رہا ہوں کہ اس سمندری طوفان سے ہمارے آس پڑوس کے پختہ مکانات تو گر رہے ہیں۔ مگر ہمارا کچا گھاس پھونس سے بنا ہوا جھونپڑی نما مکان صحیح سلامت کھڑا ہوا ہے۔

اور میں اس جھونپڑی نما مکان کے دروازے سے گردن باہر نکال کر آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ یااللہ! یہ لوگوں کے پکے مکانات گر رہے ہیں' ہمارا جھونپڑی نما مکان اب تک کیوں نہیں گرا۔ خواب میں یہ بات کہنے کے فورا" بعد میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں کہ سمندر کے کنارے کنارے چلا جا رہا ہوں اور آسمان سے غیبی آواز آتی ہے "اے خالد اپنے دل سے کفر نکال دو"

یہاں خیال رہے کہ میرا شروع سے نام خالد نہ تھا بلکہ یو۔ ایل۔ کندن تھا۔ خالد نام میں نے اپنے لئے اس وقت پسند کیا تھا۔ جب ہماری والدہ محترمہ ہمارے والد صاحب کے عتاب سے تنگ آکر علیحدگی کے بعد لاہور سے کراچی آگئی تھیں۔ کراچی آکر والدہ محترمہ نے سب سے پہلے جن لوگوں کے گھر کام کیا تھا وہ لوگ عرب کے رہنے والے میاں بیوی تھے۔ ان کے سب سے بڑے لڑکے کا نام خالد تھا۔ لہٰذا مجھے یہ نام بہت پسند آیا۔ خیر میں نے بھی والدہ سے یہ کہنا شروع کردیا کہ مجھے بھی خالد نام سے پکارا جائے' سو میں نے خود اپنا نام خالد رکھا۔ یہ بچپن کی بات تھی مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ خالد نام میرے لئے خوش قسمتی کا ستارہ بن جائے گا۔

خیریات ہو رہی تھی خواب کی کہ میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ "اے خالد اپنے دل سے کفر نکال دو۔" بس اس کے بعد میری آنکھ جب صبح کو کھلی تو اس دن کے بعد سے لے کر کافی دن تک میں پریشان رہا کہ یہ کیسا خواب تھا۔ والدہ محترمہ سے ذکر کیا تو والدہ نے کہا' "چھوڑو بیٹا! خواب خواب ہوتا ہے بھول جاؤ۔"

لیکن میں کافی دن تک نہ بھول پایا اور سوچنے لگا کہ کیا جس مذہب پر میں ہوں وہ ٹھیک نہیں یا میں خود ٹھیک نہیں۔ مجھے اپنے اندر برائی ہی برائی نظر آتی تھی۔

اس کے بعد میں خواب کو بھول گیا۔ اور ادھر ہم لوگ ان فرانسیسیوں کی گھر سے کام چھوڑ کر ۱۹۸۶ء میں ڈیفنس کے ساتھ ایک محلہ ہے گزری ویلیج کے نام سے' وہاں پر ایک مکان لیا تھا اس مکان کے بالکل قریب ہی ایک مسجد تھی "مسجد عباس" وہاں پر اکثر اوقات تبلیغی جماعتیں بھی آیا کرتی تھیں۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میں اس مسجد کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا کہ تبلیغی جماعت کے حضرات اس محلے میں گشت کے لئے نکلے۔ وہ حضرات مجھے دیکھ کر میری طرف بڑھ آئے اور کہنے لگے کہ مسجد میں اللہ رسول کی بات ہو رہی ہے' آپ بھی ہمارے ساتھ مسجد میں چلیں۔ میں نے بجائے یہ کہنے کے کہ میں عیسائی ہوں کہہ دیا کہ اچھا ابھی گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ بس جان چھڑانے والی بات تھی گھر کا بہانہ بنا کر گھر چلا گیا۔ لیکن ایک بات تھی کہ میں ان کی محبت بھری دعوت کو بھول نہ پایا۔

آگے رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ رمضان سے ایک دن پہلے میرے دل میں خود بخود ایک خیال پیدا ہوا وہ یہ

کہ ہم عیسائی لوگ بھی روزہ رکھتے ہیں۔ چلو ایک روزہ مسلمانوں والا بھی رکھ کر دیکھوں' بھلا کیا ہوتا ہے۔ مسلمانوں والے ماحول میں رہتے رہتے یہ تو معلوم ہی تھا کہ کب اٹھ کر روزہ رکھتے ہیں اور کب کھولتے ہیں۔ خیر پہلا روزہ رکھا اور دل میں یہ ارادہ کرلیا کہ آج کوئی غلط بات منہ سے نہیں نکالنی اور بالکل ٹھیک ٹھاک رہنا ہے۔ صبح تیار ہو کر اسکول چلا گیا اور کسی سے یہ ذکر نہیں کیا کہ میں روزہ رکھ کر آیا ہوں۔ دوپہر کو اسکول سے گھر آکر گھر میں کسی بات کا ذکر نہیں کیا۔ البتہ اس کے بعد پھر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ روزہ تو رکھ لیا ہے اب نماز بھی پڑھنی ہے۔ خیر نماز وغیرہ کہاں آتی تھی اسی لئے پڑھنے ابھی مسجد نہیں گیا تھا۔ مگر میں نے خود بخود ہی "کلمہ طیبہ" پڑھ لیا۔ اور دل میں سچے جذبے کے ساتھ یہ بات پکی کرلی کہ میں آج سے مسلمان ہوں۔ اس کے بعد نماز ظہر اسی قریبی مسجد میں امام صاحب کے پیچھے جاکر الٹی سیدھی ادا کی اور گھر واپس آگیا۔ نماز ادا کرنے کے بعد بہت سکون اور حلاوت محسوس ہوئی کہ جس کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لئے مشکل ہے۔ ایک بات یہ کہ اس محلے میں ہم لوگ نئے نئے آئے تھے کہ ہم لوگ عیسائی ہیں۔ اس بنا پر میرے مسجد جانے پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

دوسرے دن بھی روزہ رکھا اور اسکول جانے سے پہلے نماز کا ایک کتابچہ "آسان نماز" خرید لیا تاکہ وہاں اپنے دوستوں سے نماز وغیرہ سیکھ لوں۔ اکبر نامی ایک لڑکا میرا دوست تھا میں نے اس سے آہستہ آہستہ اور خاموشی سے نماز سیکھ لی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ نماز بڑی جلدی اور آسانی کے ساتھ مجھے آگئی۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہوا اور میں نے پابندی کے ساتھ پورے روزے رکھے اور پانچ وقت کی نماز ادا کی۔ نماز پڑھنے کی وجہ سے ماتھے پر سیاہ رنگ کا ایک نشان پڑ گیا جو اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی ہے۔

ادھر میری والدہ اور میرا چھوٹا بھائی بھی میری اس تبدیلی پر سخت ناراض تھے۔ اور اس عرصے میں ہمارے چھوٹے ماموں امانت مسیح جو کہ ضلع سانگھڑ میں رہتے ہیں۔ وہ بھی میری اس تبدیلی کو دیکھ چکے تھے۔ کیونکہ ان دنوں وہ بھی ہم سے کراچی ملنے آئے ہوئے تھے اور واپس سانگھڑ جاکر انہوں نے اس بات کا خوب چرچا کیا کہ "مارولینا" کا بڑا لڑکا مسلمان ہو گیا ہے۔ "مارولینا" میری والدہ محترمہ کا نام ہے۔ ادھر میری والدہ کے چھوٹے بھائی یعنی میرے ماموں نے کہا کہ جب تک خود نہ دیکھ لوں کہ لڑکا مسلمان ہوا ہے یا نہیں۔ کیونکہ میرے ان ماموں کی بڑی لڑکی پروین سے میری منگنی عیسائی ہوتے ہوئے ۱۹۸۵ء میں ہو چکی تھی۔

ادھر مسلمان ہونے کے بعد اپنی منگیتر اور منگنی کے سلسلے میں بھی پریشان تھا۔ اور دل میں سوچ لیا تھا کہ میں خود اپنی منگیتر سے اپنے بارے میں بات چیت کروں گا اور اپنے مسلمان ہونے کی ساری تفصیل بتا کر فیصلہ اس پر چھوڑ دوں گا کہ اب تمہاری مرضی کیا ہے؟ مجھ سے شادی کرنی ہے یا پھر جیسے تمہارے مرضی۔ پھر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دفعہ پھر ۱۹۸۷ء میں ہمیں وہ محلہ چھوڑنا پڑا۔ اس دفعہ ڈیفنس میں کورنگی روڈ کے قریب ایک بنگلے پر والدہ محترمہ کو کھانا پکانے کا کام مل گیا اور ساتھ ہی ساتھ رہائش کے لئے صاحب لوگوں نے مکان بھی دے دیا۔ یہ لوگ پاکستانی تھے۔ اس دفعہ مجھے والدہ محترمہ کے ساتھ کام تو نہ ملا۔ لیکن اسکول سے واپسی کے بعد میں ایک درزی کی دکان پر کام کر کے چار پیسے کمالیا کرتا تھا۔ ان درزی کے پاس میں بہت پہلے بھی کام کرچکا تھا۔ اس لئے یہ لوگ مجھ سے واقف تھے۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ میں اسلام قبول کرچکا ہوں تو یہ لوگ بھی بہت خوش ہوئے۔ مگر اس درزی کی دکان کے جو استاد تھے ماسٹر محمد حیات صاحب انہوں نے اور ان کے ایک دوست مولانا عبدالغفور صاحب نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ تم مسلمان ہوگئے ہو' مگر اپنے مسلمان ہوجانے کے ثبوت کے طور پر تمہارے پاس "سند اسلام" تو ہونی چاہئے۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے تو اس بارے میں کچھ علم نہیں۔ آپ ہی لوگ میری رہنمائی فرمائیں۔

اور پھر ایک دن ۹ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ ہجری مطابق ۹ مارچ ۱۹۸۸ء کو ماسٹر حیات محمد صاحب' مولانا عبدالغفور صاحب اور ان کے دو شاگردوں کے ساتھ دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں حاضر ہو کر ایک عالم دین اور مفتی جناب محمد شفیع صاحب کے ہاتھ پر دین اسلام قبول کیا۔ گواہوں کی جگہ بھی ماسٹر محمد حیات صاحب اور مولانا عبدالغفور صاحب نے دستخط کئے۔ اور یوں مجھے دین اسلام قبول کرنے پر ثبوت کے طور پر سند اسلام مل گئی۔ یہ دن میرے لئے بہت بڑی خوشی کا دن تھا جو میں بھول نہیں سکتا۔ اسی دوران مجھے ضلع سانگھڑ اپنی منگیتر کے پاس جانے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہاں پر میں نے کسی پر اس کا خصوصی اظہار نہیں ہونے دیا کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ بس جب نماز کا وقت ہوتا اس سے کچھ پہلے گھر سے نکل جاتا اور کہیں دور جاکر نماز ادا کرنے کے بعد واپس آجاتا۔

اپنی منگیتر سے جب بات چیت ہوئی اور اپنے مسلمان ہونے کے بارے میں بتایا تو بہت حیران ہوئی اور سوچ میں پڑ گئی۔ لیکن کیونکہ منگنی ہوجانے کے بعد لڑکے لڑکی میں ایک طرح کی محبت قائم ہوجاتی ہے۔ اس لئے میری منگیتر کے لئے بھی جلد ہی کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ اس لئے دو تین بار کی "ہاں" اور "نہ" کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ ماموں اور ممانی ایسے تو کبھی بھی نہیں مانیں گے لہٰذا ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے کورٹ میرج۔

بس پھر یہ کہ یہاں کراچی آکر میں نے اور میری منگیتر جو کہ اب میری بیوی ہے۔ اسی دن مسلمان بھی ہوگئی۔ یہ تمام کارروائی بھی ۱۹۸۸ء ہی کو عمل میں آئی۔ میرے مسلمان ہونے اور کورٹ میرج کی شادی نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور گھر میں والدہ اور بھائی کی مخالفت کے ساتھ ساتھ دیگر رشتہ دار میرے سخت ترین دشمن بن گئے۔ جس کے بعد مجھے کافی

مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ والدہ اور بھائی کی مخالفت تو آہستہ آہستہ ایک جگہ رہتے رہتے ختم ہوگئی۔ مگر رشتے دار دشمن رہے۔ آخر تین چار سال کی مخالفت کے بعد سب سے پہلے میری بیوی کے چھوٹے بھائی پرویز مسیح ہم سے کراچی ملنے کے لئے آئے۔ اب یہی موقع تھا کہ میں نے کھل کر اپنی بیوی کے بھائی پرویز کو بتادیا کہ بھائی ہم اور تمہاری بہن اب مسلمان ہوچکے ہیں۔ لہٰذا میرے سامنے کبھی یہ کوشش نہ کرنا کہ تم "اسلام" کے خلاف کوئی بات کرو۔

اللہ کے فضل و کرم سے اس نے کوئی ایسی بات نہ کی اور یوں اس کے دو تین بار ہمارے پاس آنے کی وجہ سے دیگر خاندان والے بھی ٹھنڈے پڑگئے خاص کر میرے ماموں (سسر) اور ممانی (ساس) صاحبہ بھی ٹھیک ہوگئے۔

ادھر کرائے کے مکانوں اور بنگلے کے سرونٹ کوارٹروں میں تیرہ چودہ سال سے زندگی گزار گزار کر ہم لوگ بھی تنگ آچکے تھے۔ والدہ محترمہ نے اپنی کمائی سے پیسے جوڑ جوڑ کر ۸۳۔۱۹۸۲ء میں اورنگی ٹاؤن کرسچن کالونی میں دو پلاٹ کچی آبادی میں لے چھوڑے تھے۔ مگر تعمیری خرچ نہ ہونے کی وجہ سے ہم لوگ کبھی کرائے کے مکانوں میں رہتے اور کبھی سرونٹ کوارٹروں میں رہتے۔

زندگی نے ایک دفعہ پھر پلٹا کھایا اور جس جگہ والدہ محترمہ کام کررہی تھیں وہاں ان بیگم صاحبہ کا مزاج کچھ گرم تھا جس کی وجہ سے والدہ کو وہ نوکری چھوڑنی پڑی۔ اور اس عرصہ میں ایک عدد کمرہ والدہ محترمہ اس پلاٹ پر بنواچکی تھیں۔ اس لئے وہاں سے نوکری چھوڑنے کے بعد ہم لوگ سیدھے اورنگی ٹاؤن کرسچن آبادی میں چلے آئے۔ جیسے تیسے کرکے ایک کمرہ اور بنوالیا اور ہماری جان ان کرائے کے مکانوں سے چھوٹی۔ یہ ۹۰۔۱۹۸۹ء کی بات ہے۔ لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ ہم لوگ آسمان سے گرے اور کھجور میں اٹکے کا مصداق بن گئے ہیں۔ خاص کر میری ذات یہاں کے عیسائی حضرات کے لئے تکلیف دہ بن گئی ہے۔

یہاں کرسچن کالونی میں والدہ کو جو پہلے سے جانتے تھے اور جو لوگ بعد میں واقف کار بنے۔ انہوں نے میری والدہ کو میرے خلاف خوب بھڑکایا۔ نیز محلے کے لڑکے میرے چھوٹے بھائی اسلم کو "طعنہ" دیتے کہ تمہارا بھائی تو مسلمان ہے۔ یہ ہے اور وہ ہے۔ غرض بہت سی باتیں کرتے جس سے والدہ اور بھائی وغیرہ آہستہ آہستہ پھر میرے خلاف ہونا شروع ہوگئے۔ والدہ محترمہ نے آخر کار یہ کہنا شروع کردیا کہ بیٹا خالد کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم دوبارہ عیسائیت اختیار کرلو۔

اس پر میں نے کہا امی یہ کبھی نہیں ہوسکتا چاہے کچھ ہوجائے۔ والدہ کہنے لگیں کہ میں نے ساری زندگی تمہارے لئے اور تمہارے بھائی اسلم کے لئے نوکریاں کی ہیں۔ کیا تم میری صرف اتنی سی بات نہیں مان سکتے؟ خیر بات بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئی۔ یہاں تک کہ میں نے والدہ سے صاف کہہ دیا کہ آپ لوگوں کو تو چھوڑ سکتا ہوں مگر "دین اسلام" نہیں چھوڑ سکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۹۱ء کے شروع میں' اپنے بیوی بچوں کو لے کر قوم آباد کے علاقہ تین سو روپے کرایہ کے ایک مکان میں رہنے لگا۔

ابھی ایک ماہ بھی رہتے ہوئے نہ ہوا تھا کہ والدہ محترمہ مجھے مناکر پھر اپنے ساتھ اورنگی ٹاؤن کرسچین کالونی میں لے آئیں۔ زندگی پھر معمول پر آگئی اب والدہ مذہب چھوڑنے کو تو نہ کہتیں البتہ جو میں نے داڑھی رکھی ہوئی ہے اس کو ختم کروانے کے لئے کہتیں۔ میں نے کہا "امی ایہ بھی نہیں ہوسکتا ہے۔" والدہ کہنے لگیں کہ بیٹا زندگی پڑی ہوئی ہے داڑھی رکھنے کے لئے۔ ابھی سے تو کم از کم نہ رکھو۔ اس پر والدہ کو جواب تو بہت سے دیئے جاسکتے تھے مگر میں نے جواب گول مول کردیا۔

یہ سب تبلیغی جماعت میں کچھ وقت لگانے کی برکت تھی کہ میں نے داڑھی رکھ لی تھی۔

انہی دنوں یہاں عیسائی بستی میں میری جن لوگوں سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان میں سے میرے بالکل سامنے والے گھر میں جو تین بھائی عیسائی رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ معلوم کرنے کے بہانے کہ میں عیسائی سے مسلمان کیوں ہوا تھا' مذہبی بحث شروع کردی۔ میں ان دنوں صرف اور صرف اسلامی معلومات کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ مذہبی بحث کے دوران جو سوالات ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کئے اور تثلیث پرستی کے حق میں کئے تھوڑی بہت معلومات کے تحت میں نے ان سوالات کے جوابات دیئے۔ اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ انہی دنوں میں کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کررہا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں چند کتابوں کی فہرست چھپی ہوئی نظر سے گزری۔ اس فہرست میں موجود حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی ایک کتاب "عیسائیت کیا ہے" تھی۔ اسی کتاب کے مطالعے سے پتہ چلا کہ رد عیسائیت پر ایک تین جلدوں والی کتاب "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم مغفور کی لازوال اور بے مثال کتاب بھی ہے۔ لیکن اس وقت میرے پاس ان تین جلدوں والی کتاب کو خریدنے کی گنجائش نہ تھی مگر "صدیقی ٹرسٹ" جو کہ لسبیلہ چوک پر واقع ہے وہاں جاکر محترم جناب احمد دیدات صاحب کے پاکستان میں شائع ہونے والے انٹرویو اور مناظرہ کے چند ایک کتابچے خرید لئے جن سے مجھے بہت فائدہ ہوا۔ "عیسائیت کیا ہے" اور احمد دیدات صاحب کے چند ایک کتابچے پڑھنے کے بعد میں اس قابل ہوگیا کہ اب کسی بھی عیسائی سے کچھ بات چیت ہوسکتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جس نے بھی یہاں کرسچین کالونی میں میرے ساتھ عیسائیت پر بات کی اس کا منہ توڑ جواب محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دیا۔

"بائبل' قرآن اور سائنس" فرانسیسی مصنف موریس بوکائیے کی ایک کتاب ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو میں یہاں پاکستان میں بھی دستیاب ہے۔

جو کہ رد عیسائیت پر اسلام کی حقانیت پر ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ نے بھی میری معلومات میں خوب اضافہ کیا اور موجودہ بائبل کی تضاد بیانیوں کو خوب سے خوب بیان کیا۔ اس عرصہ میں میری یہاں کی عیسائیوں سے "تثلیث پرستی" پر کافی بحث اور بات چیت ہوئی۔

مگر ایک بات تھی وہ یہ کہ پہل ہمیشہ مذہبی بحث میں یہاں کے عیسائیوں نے ہی کی' مثلاً" جن کے ساتھ میری عیسائیت پر بات چیت چل رہی تھی صرف وہی لوگ مناظرے میں پہل کرتے تھے۔

شروع شروع میں بہت ڈر بھی لگتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اسلام کے متعلق کوئی ایسا سوال کریں جس کی وجہ سے میں کوئی جواب نہ دے پاؤں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم رہا کہ جو اسلام کے بارے میں انہوں نے اعتراض کیا اس کا جواب اوپر مذکورہ کتابوں سے بڑی حد تک دیا۔

۱۹۹۳ء میں اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے ماہ میں میرے لئے گنجائش پیدا فرمائی اور مجھے توفیق عطا ہوئی اور میں نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور کی کتاب "اظہار الحق" (بائبل سے قرآن تک) لے لی۔ اس کتاب نے مجھے رد عیسائیت کی دیگر کتب سے بے نیاز کر ڈالا۔ حضرت مولانا نے ایسے ایسے دلائل اس کتاب میں رد عیسائیت پر جمع فرمائے ہیں کہ عقل حیران رہ گئی۔ اور عیسائی پادریوں کی جانب سے اسلام پر کیے گئے اعتراضات کے وہ جواب دیئے کہ اللہ جانتا ہے۔ میرا ایمان دین اسلام پر اور زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ اس لئے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اللہ والے واقعی اللہ والے ہوتے ہیں۔ موجودہ بائبل میں تضاد بیانیوں' فحش کلامیوں' تحریف' عقیدہ تثلیث اور اسلام کی حقانیت پر وہ بحث حقائق کی روشنی میں کی ہے کہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم و مغفور کے لئے جتنی بھی دعائے خیر کی جائے وہ کم ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد سے آج تک میرا یہ دعویٰ ہے کہ اگر پوری عیسائی دنیا بھی لگ جائے تو حضرت مولانا کی کتاب اظہار الحق کا کوئی ایک جواب بھی یہ نہیں دے سکتے۔ ایک صدی سے زیادہ وقت اس کتاب کی اشاعت کو ہو چکا ہے مگر میرے علم میں نہیں کہ کسی عیسائی یا خود کسی پادری سے اس کتاب کا جواب دیا ہو یا لکھا ہو۔

نیز حضرت مولانا کیرانوی کی کتاب اعجاز عیسوی بھی رد عیسائیت پر بے مثال کتاب ہے۔ بس پھر اس کے بعد کسی عیسائی کو ہمت نہیں ہوئی کہ اسلام پر کوئی اعتراض کرے یا خود عیسائیت پر کوئی بات چیت کرے اور ایسے تو کوئی بات نہیں بنتی کہ اس کو کوئی جواب دیا جائے۔ پھر یہ کام شروع کر دیا کہ اذان کے وقت زور زور سے گانے بجانے شروع کر دیئے کبھی پولیس کو پیسے کھلا کر ریڈ کروا دی اور کبھی کسی پادری صاحب کو بحث کرنے کے لئے لے آئے یعنی جو حربہ بھی ذہن میں آیا کر ڈالا۔

ادھر گھر میں والدہ اور بھائی کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کرسمس (بڑا دن) پر اور ایسٹر والے تہواروں میں خالد کے بیوی بچے بھی ہماری خوشیوں میں شامل رہیں۔ مجھے یہ دوغلی پالیسی پسند نہیں۔ اس لئے اب تو یہ دعا اور خیال رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جلد از جلد کوئی اور انتظام فرمادیں تو میں خود بھی یہاں سے بیوی بچوں کو لے کر چلا جاؤں اور والدہ اور چھوٹے بھائی کو بھی کسی مسلم آبادی میں جہاں اچھے لوگ مذہبی ذہن کے مالک ہوں اور ان کو بھی لے جاؤں۔ اس لئے کہ ماحول کا بھی بہت بڑا اثر انسان لیتا ہے۔ اسی بنا پر میں نے ایک خط حضرت مولانا تقی محمد عثمانی صاحب کی خدمت میں نومسلموں کے مسائل کے عنوان سے لکھا تھا۔ جس کو حضرت والا نے اپنے یہاں دارالعلوم کے موقر جریدہ "البلاغ" میں بھی چھاپا۔ اور اخبار جنگ میں بھی اس کی اشاعت فرمائی جس کے لئے میں حضرت مولانا مدظلہ کا بہت بہت شکر گزار ہوں۔

اپنے مسلمان ہونے کے حالات کے تحت جو کچھ میں نے مناسب سمجھا یہاں صرف وہی کچھ عرض کیا ہے۔ اپنے مسلمان ہونے سے پہلے یا بعد میں جو باتیں تلخ حقائق رکھتی ہیں یا مناسب معلوم نہیں ہوتیں ان کا ذکر میں نے یہاں نہیں کیا۔ اس لئے میرے مسلمان ہونے کے حالات پڑھتے ہوئے بھی بات ادھوری یا اشکال شدہ نظر آئے اسے میرے اوپر والے بیان پر قیاس کیا جائے۔

آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ میرے لئے میرے بیوی بچوں کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دین اسلام پر قائم رکھے اور ایمان پر خاتمہ فرمائیں۔ نیز والدہ اور بھائی کے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی سچے دل کے ساتھ دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

(بشکریہ ماہنامہ الفاروق کراچی)

## منبر و محراب نصیر اللہ بابر کے خلاف گونج اٹھے

ختم نبوت (نمائندہ خصوصی) ۳ نومبر کو مانسہرہ کی تمام مساجد میں جمعہ پر ختم نبوت یوتھ فورس کی اپیل پر خطباء نے سخت الفاظ میں نصیر اللہ بابر وزیر داخلہ کی ایک مرزائی کے جنازے میں شرکت کی اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وزیر داخلہ کو برطرف کیا جائے۔ وزیر داخلہ نے مرزائی کے جنازہ میں شامل ہو کر لاکھوں مسلمانوں کے دلوں کو زخمی کیا ہے۔ جن خطباء نے مذمت کی ان کے اسماء یہ ہیں۔ حضرت مولانا عبدالحئی حاذی مسجد' حضرت مولانا وقار الحق عثمان مسجد' حضرت مولانا قاری فضل ربی سراج القرآن' حضرت مولانا حمید اللہ' حضرت مولانا ظاہر شاہ' حضرت مولانا ریاض الحق مسجد فاروق اعظم' حضرت مولانا محمد یونس' حضرت مولانا فیض الباری' قاضی محمد اسرائیل گڑنگی خطیب جامع مسجد صدیق اکبر۔

محمد طاہر رزاق

# مرزا قادیانی کے فرشتے

**جب شیطانی چیلوں نے فرشتوں کا روپ دھارا**

**جب شیطان خود خدا بن بیٹھا**

**جب مرزا قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا**

**جب ٹیچی ٹیچی، مٹھن لال وغیرہم قادیانی فضاؤں میں منڈلاتے پھرتے تھے**

**ابلیس، ابلیسی فرشتوں، ابلیسی نبی اور ابلیسی نبوت کی اندرون خانہ کی کہانی، جس کا دامن دلائل اور حقائق سے مالامال ہے**

فرشتے اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں جو ہر قسم کی برائی و آلائش سے پاک ہوتے ہیں۔ فرشتوں کی دنیا میں چار فرشتے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ ۲۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ ۳۔ حضرت میکائیل علیہ السلام۔ ۴۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

**حضرت جبرائیل علیہ السلام:** حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتہ وحی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک سارے انبیاء کو اللہ کا پیغام آپ کے ذریعہ ہی پہنچتا رہا۔

**حضرت عزرائیل علیہ السلام:** اللہ پاک کے حکم سے ہر جاندار کی روح قبض کرنا آپ کے ذمہ ہے۔

**حضرت میکائیل علیہ السلام:** بارشوں، ہواؤں وغیرہ کا انتظام آپ کے سپرد ہے۔

**حضرت اسرافیل علیہ السلام:** اللہ کے حکم سے آپ اپنے منہ میں صور لئے کھڑے ہیں۔ جونہی رب ذوالجلال کا حکم ہوگا آپ یہ صور پھونک دیں گے۔ جس سے یہ نظام ہستی درہم برہم ہو جائے گا اور قیامت بپا ہو جائے گی۔

ان چار بڑے فرشتگان کے علاوہ ان گنت دیگر فرشتے اپنی اپنی ڈیوٹیاں ادا کرنے میں مصروف ہیں۔ کچھ فرشتے قیام کی حالت میں ہیں، کچھ رکوع، کچھ سجود اور کچھ تشہد کی حالت میں ہیں۔ کچھ فرشتوں کے ذمہ صرف تسبیح و تہلیل ہے، کچھ فرشتوں کے ذمہ اللہ پاک کا تخت اٹھانے کی ڈیوٹی ہے، کچھ فرشتے انسانوں کی نیکیاں اور برائیاں لکھنے پر مامور ہیں، کچھ فرشتے قبر میں حساب و کتاب پر مقرر ہیں۔ کچھ فرشتے جنت میں اور کچھ فرشتے جہنم پہ تعینات ہیں۔ فرشتوں کے دیگر کئی فرائض کے علاوہ ایک انتہائی اہم فرض یہ بھی ہے کہ روزانہ صبح و شام ستر ستر ہزار فرشتے تاجدار ختم نبوت جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے روضہ انور پہ درود و سلام پڑھنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں اور جس فرشتہ کی ایک دفعہ باری آجائے دوبارہ قیامت تک اس کی باری نہیں آئے گی۔

میں نے یہ مختصر سا تذکرہ سچے خدا، سچے دین اور سچی نبوت کے فرشتوں کے بارے میں کیا ہے۔

لیکن ہندوستان کی سرزمین سے ایک جھوٹا نبی مرزا غلام احمد قادیانی اٹھا۔ اس نے اعلان کیا کہ خدا نے اس کو نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے اور خدا اس کی طرف فرشتوں کے ذریعے وحی کرتا ہے۔ اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے رہتے ہیں اور مختلف معاملات میں اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس نے اپنی کتابوں میں اپنے کئی فرشتوں کے نام بھی لکھے ہیں۔

لیکن حرص کے بندے اور عقل کے اندھے مرزا قادیانی کو کیا معلوم تھا کہ جسے وہ خدا سمجھتا ہے وہ شیطان ہے اور جنہیں وہ فرشتے سمجھتا ہے وہ شیطان کے چیلے ہیں اور جسے وہ وحی کہتا ہے وہ شیطانی پیغام ہے، جو شیطان اپنے چیلوں کے ذریعے اس تک پہنچاتا ہے۔ اب ملاحظہ فرمایئے مرزا قادیانی کے چند فرشتوں کے "اسمائے گرامی"!

چنانچہ مرزا قادیانی اپنی تصنیف تذکرہ میں لکھتا ہے

○ "ایک دفعہ میں نے فرشتوں کو انسان کی شکل پر دیکھا۔ یاد نہیں کہ وہ تھے یا تین۔ آپس میں باتیں کرتے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ تو کیوں اس قدر مشقت اٹھاتا ہے اندیشہ ہے کہ بیمار نہ ہو جائے"۔

(تذکرہ ص ۲۳)

جی ہاں خیال تو کرنا ہی تھا اس وقت پوری دنیا میں

شیطان کے پاس فقط یہی تو ایک جھوٹا نبی تھا اور قیمتی چیز کی حفاظت تو کرنی چاہئے نا!(ناقل)

○ یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو فرمایا' ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل پر نظر آیا۔ اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ "خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا"۔

(تذکرہ ص ۴۴۸)

واقعی ٹٹی خانہ میں مرکر ہر مراد پوری ہوگئی۔

(ناقل)

○ صوفی نبی بخش صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' "بڑے مرزا صاحب پر ایک مقدمہ تھا۔ میں نے دعا کی ایک فرشتہ مجھے خواب میں ملا جو چھوٹے لڑکے کی شکل میں تھا۔ میں نے پوچھا' تمہارا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگا میرا نام حفیظ ہے۔ پھر وہ مقدمہ رفع دفع ہوگیا"۔

(تذکرہ ص ۷۵۷)

فرشتہ تو چھوٹا سا تھا لیکن کام بہت بڑا کر گیا۔

(ناقل)

○ ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا' "اس مینار کے سامنے دو فرشتے میرے سامنے آئے جن کے پاس دو شیریں روٹیاں تھیں اور وہ روٹیاں انہوں نے مجھے دیں اور کہا کہ ایک تمہارے لئے اور دوسری تمہارے مریدوں کے لئے ہے"۔

(تذکرہ ص ۷۹۷)

روٹی اور پیٹ کے لئے تو دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اس لئے فرشتے بھی روٹیوں والے ہی نظر آتے تھے اور وہ بھی میٹھی!(ناقل)

○۶ "ایک فرشتہ میں نے بیس برس کے نوجوان' کی شکل میں دیکھا۔ صورت اس کی مثل انگریزوں کی تھی اور میز کرسی لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا' آپ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اس نے کہا میں روشنی ہوں۔

(تذکرہ ص ۳۱)

"نبوت بھی تو انگریز نے دی تھی اس لئے شیطان بھی انگریز کی شکل میں آگیا ہوگا(ناقل)

○ "تین فرشتے آسمان سے آئے اور ایک کا نام خیراتی تھا"۔

(تریاق القلوب' ص ۹۴)

نبی بھی تو ساری زندگی جھولی پھیلا کر انگریز سے خیرات مانگتا رہا' اس لئے فرشتہ بھی خیراتی نصیب ہوا۔ (ناقل)

○ "خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مٹھن لال نام جو کسی زمانہ میں بٹالہ میں اسسٹنٹ تھا' کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور اردگرد اس کے عملہ کے لوگ ہیں۔ میں نے جاکر کاغذ اس کو دیا اور یہ کہا کہ یہ میرا پرانا دوست ہے اس پر دستخط کردو۔ اس نے بلا تامل اس پر دستخط کر دیئے۔ یہ جو مٹھن لال دیکھا گیا ہے' مٹھن لال سے مراد ایک فرشتہ ہے"۔

(تذکرہ ص ۵۱۵)

پہلی دفعہ انکشاف ہوا کہ فرشتے ہندو بھی ہوتے ہیں۔(ناقل)

○ف "میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے"۔

شیطان' مسلمان کے روپ میں۔(ناقل)

○" میں نے کشف میں دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے سامنے آیا اور کہتا ہے کہ لوگ پھرتے جارہے ہیں۔ تب میں نے اس کو خلوت میں لے جاکر کہا کہ لوگ پھرتے جارہے ہیں مگر کیا تم بھی پھر گئے۔ تو اس نے کہا ہم تمہارے ساتھ ہیں"۔

(انوار الاسلام ص ۵۲)

ابلیس تمہیں چھوڑ کے کہاں جاسکتا تھا۔ سارا منصوبہ خراب کرنا تھا اس نے اپنا!(ناقل)

○ھ" دیا۔ دیکھا کہ مرزا نظام الدین کے مکان پر مرزا سلطان احمد کھڑا ہے اور سب لباس سرتاپا سیاہ ہے۔ ایسی گاڑھی سیاہی کہ دیکھی نہیں جاتی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ یہ ایک فرشتہ ہے جو سلطان احمد کا لباس پہن کر کھڑا ہے۔ اس وقت میں نے گھر میں مخاطب ہو کر کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب دو فرشتے اور ظاہر ہوگئے اور تین کرسیاں معلوم ہوئیں اور تینوں پر وہ تین فرشتے بیٹھ گئے اور بہت تیز قلم سے کچھ لکھنا شروع کیا۔ جس کی تیز آواز سنائی دیتی تھی۔ ان کے اس کے طرز کے لکھنے میں ایک رعب تھا۔ میں پاس کھڑا ہوں(کہ بیداری ہوگئی)"

(تذکرہ ص ۵۳۲)

کالا فرشتہ! قادیانی نبوت کا نیا انکشاف۔ ابے! کالے لباس والا بڑا شیطان تھا اور بعد میں آنے والے چھوٹے شیطان تھے۔ بے وقوف کہیں کے! (ناقل)

○ع "کچھ تھوڑے دن ہوئے ہیں کہ مجھ کو خواب آیا تھا کہ ایک جگہ میں بیٹھا ہوں۔ ایک دفعہ کیا دیکھتا ہوں کہ غیب سے کس قدر روپیہ میرے سامنے موجود ہوگیا ہے۔ میں حیران ہوا کہ کہاں سے آیا۔ آخری میری یہ رائے ٹھہری کہ خدا تعالیٰ کے فرشتہ نے ہماری حاجات کے لئے یہاں رکھ دیا ہے۔ پھر ساتھ الہام ہوا کہ انی مرسل الیکم ھدیہ کہ میں تمہاری طرف ہدیہ بھیجتا ہوں۔ اور ساتھ ہی میرے دل میں پڑا کہ اس کی یہی تعبیر ہے کہ ہمارے مخلص دوست حاجی سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب اس فرشتہ کے رنگ میں متمثل کئے گئے ہوں گے اور غالباً" وہ روپیہ بھیجیں گے اور میں نے اس خواب کو عربی زبان میں اپنی کتاب میں لکھ دیا۔ چنانچہ کل اس کی تصدیق ہوگئی۔ الحمد للہ یہ قبولیت کی نشانی ہے کہ مولیٰ کریم نے خواب اور الہام سے تصدیق فرمائی"(تذکرہ ص ۲۷۹)

شیطانی تحفہ مبارک ہو۔(ناقل)

○ ژ "عرصہ قریباً" پچیس برس کا گزرا ہے کہ مجھے گورداسپور میں ایک رویا ہوا کہ میں ایک چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اسی چارپائی پر بائیں طرف مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم بیٹھے ہیں۔ اتنے میں

میرے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ میں مولوی صاحب موصوف کو چارپائی سے نیچے اتار دوں۔ چنانچہ میں نے ان کی طرف کھسکنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ چارپائی سے اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں تین فرشتے آسمان کی طرف سے ظاہر ہوگئے۔ ان میں سے ایک کا نام خیراتی تھی۔ وہ تینوں بھی زمین پر بیٹھ گئے اور مولوی عبداللہ بھی زمین پر تھے اور میں چارپائی پر بیٹھا رہا۔ تب میں نے ان سب سے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم سب آمین کہو۔ تب میں نے یہ دعا کی۔ رب اذهب عني الرجس وطهرني تطهيرا اس دعا پر تینوں فرشتوں اور مولوی عبداللہ نے آمین کہی۔ اس کے بعد وہ تینوں فرشتے اور مولوی عبداللہ آسمان کی طرف اڑ گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ (تذکرہ ص ۲۹)

سارے شیاطین زمین پر اور سپر شیطان "مرزا قادیانی" چارپائی پر۔ کیسا ہے؟

شیطان اس کو دیکھ کے کہتا تھا رشک سے
بازی یہ مجھ سے لے گیا تقدیر دیکھئے

(ناقل)

○ ع "کشفی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص جو مجھے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھے ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالی ہیں اور صاف کی ہیں اور میل اور کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتہ بینی کا مادہ نکال دیا ہے اور ایک مصفا نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا مگر بعض مواد کے نیچے دبا رہا تھا' اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارہ کی طرح بنا دیا ہے اور یہ عمل کرکے پھر وہ شخص غائب ہوگیا اور میں اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہوگیا"۔ (تذکرہ ۳۱)

اگر کوئی تھوڑی بہت انسانیت کی رمق تھی وہ شیطان نے اکھاڑ کر باہر پھینک دی اور پھر ہر جگہ کوٹ کوٹ کر شیطنت بھر دی۔ خوب آپریشن کیا شیطان نے' لیکن آنکھیں پھر بھی ٹھیک نہ ہوئیں۔ (ناقل)

○ و "وہ رات جس کے بعد جمعہ ۳ر مارچ ۱۹۰۵ء ہے۔ ایک بجنے کے بعد پینتیس منٹ اس رات میں نے خواب دیکھا کہ کچھ روپیہ کی کمی اور سخت مشکلات پیش ہیں اور بہت فکر دامن گیر ہے۔ میں کسی کو کہتا ہوں کہ ایک کاغذ بناؤ جس میں لکھا کہ جمع یہ تھا اور خرچ یہ ہوا۔ کوئی میری بات کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور سامنے ایک شخص کچھ حساب کے کاغذات لکھ رہا ہے۔ میں نے شناخت کیا کہ یہ تو بھی داس جمع خرچ نویس ہے جو کسی زمانہ میں خزانہ سیالکوٹ میں اسی عہدہ پر نوکر تھا۔ میں نے اس کو بلانا چاہا' وہ بھی نہ آیا۔ لاپرواہ رہا۔ اور میں نے دیکھا کہ روپیہ کی بہت کمی ہے۔ کسی طرح بات نہیں بنتی' اسی اثناء میں ایک صالح مرد سادہ طبع سادہ پوش آیا۔ اس نے اپنی بھری ہوئی مٹھی روپیہ کی میری جھولی میں ڈال دی اور ایسے جلدی چلا گیا کہ میں اس کا نام بھی نہیں پوچھ سکا مگر پھر بھی روپیہ کی کمی رہی۔ پھر ایک اور صالح مرد آیا جو محض نورانی شکل سادہ طبع کوٹلہ کے ایک صوفی کی شکل کے مشابہ تھا' جس کا نام غالباً" کرم الٰہی یا فضل الٰہی ہے جس نے کرتہ بیچ کر ہمیں روپیہ دیا تھا۔ صورت انسان کی ہے مگر علیحدہ خلقت کا آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھ سے روپیہ بھر کر میری جھولی میں وہ روپیہ ڈال دیا۔ اور وہ بہت سا روپیہ ہوگیا۔ میں نے پوچھا' آپ کا نام کیا ہے۔ اس نے کہا نام کیا ہوتا ہے۔ نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا۔ کچھ بتلاؤ نام کیا ہے۔ اس نے کہا ٹیچی اور میں اس وقت چشم پر آب ہوگیا کہ ہماری جماعت میں ایسے بھی ہیں جو اس قدر روپیہ دیتے' اور نام نہیں بتلاتے اور ساتھ ہی کہتا ہوں کہ یہ تو آدمی نہیں ہے یہ تو فرشتہ ہے۔ اور جب بہت سا مال کا نظارہ میرے سامنے آیا' میں نے کہا میں اس میں سے منظور محمد کی بیوی کو دوں گا کہ وہ حاجت مند ہے اور جب میں نے یہ خواب دیکھا اس وقت رات کا ایک بج کر اس پر پینتیس منٹ زیادہ گزر چکے تھے"۔

مرزا قادیانی کہتا تھا کہ اس کا نام "ٹیچی" اس لئے ہے کہ میرا یہ فرشتہ ٹچ کرکے آتا ہے اور ٹچ کرکے جاتا ہے۔ گویا یہ اپنے وقت میں مرزا قادیانی کا طیارہ تھا۔

محترم قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا قادیانی کے فرشتے اس کے پاس احکام شریعت لے کر نہیں آتے' اس کے لئے کسی جہاد یا مہم پر روانہ ہونے کا پیغام لے کر نہیں آتے بلکہ وہ کہیں اس کی جھولی میں روپے ڈال رہے ہیں' کہیں اس کے پاس مقدمہ جیتنے کا پیغام لا رہے ہیں' کہیں اس کی گھبراہٹ دور کرنے کے لئے اسے اپنی مدد کا وعدہ دیتے ہوئے اسے جھوٹی نبوت پر پکا کر رہے ہیں اور کہیں اس کا حوصلہ بڑھانے کے لئے میز کرسی لگائے کسی انگریز کے روپ میں بیٹھے دکھائی دے رہے ہیں۔

یہ سارا دھندہ شیطان کا پھیلایا ہوا جال تھا جس میں اس نے مرزا قادیانی کو بری طرح پھنسا رکھا تھا اور اس جال میں پھنسا ہوا مرزا قادیانی خود کو نبی اور شیطان کو خدا کہتا رہا اور شیطانی باتوں کو اللہ سے منسوب کرتا رہا۔

شیطان مردود جو دجل و فریب کے ہزاروں ہتھیاروں سے مسلح ہے۔ وہ بڑے بڑے اولیائے کرام کے ایمان لوٹنے کے لئے ان پر حملہ آور ہوا ہے اور اس کے خطرناک حملوں سے فقط وہی بچا ہے جس کے شامل حال اللہ کا فضل رہا ہے۔ یہی شیطان مردود جب مرزا قادیانی پر حملہ آور ہوا تو اسے پہلے ہی حملے میں یوں چیر پھاڑ کر رکھ دیا جس طرح جنگلی بلا چوہے کو چیر پھاڑ دیتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی" کا واقعہ ہے کہ آپ نے ایک رات ایسا نور دیکھا جس نے عالم کو منور کر دیا۔ اچانک اس نور میں اس ایک نورانی شکل نمودار ہوئی جس نے آواز دی' اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ میں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ میں نے تیری ساری عبادات قبول کیں۔ آئندہ عبادات معاف اور تیرے لئے سب کچھ حلال کیا' اب تو جو چاہے وہ فعل اختیار کر۔ آپ"

فرماتے ہیں کہ میں سوچا کہ یاالٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ حکم تو انبیاء کو نہ ہوا' میں بھلا کون؟ جس پر سے ہر پابندی دور کی جارہی ہے۔ معاً میں نے نور فراست سے سمجھا کہ یہ شیطانی اغوا ہے۔ میں نے پڑھا "اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اور کہا' اے ملعون! دور ہو کیا بکتا ہے۔ اچانک وہ نور تخت اندھیرے میں بدل گیا اور پھر آواز آئی' اے عبدالقادر تو اپنے علم کی بدولت بچ گیا ورنہ اس سے پیشتر میں بہت سوں کو پھانس چکا ہوں۔ میں نے کہا' اے کم بخت! میں اپنے علم سے نہیں' اپنے رب کے فضل سے بچا۔ تو مجھے یہاں بھی دھوکا دیتا ہے کہ مجھے اپنے علم پر گھمنڈ پیدا ہوجائے۔ اس کے بعد شیطان وہاں سے بھاگ گیا۔

لیکن شیطان نے اپنا یہی حربہ جب حرص کے بندے مرزا قادیانی پر استعمال کیا تو وہ اسے یوں دبوچ کرلے گیا جس طرح باز چڑیا کو دبوچ کرلے جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" کے صفحہ ۵۶۰ پر فخریہ انداز میں درج کیا کہ اللہ نے مجھ سے کہا ہے۔

اعمل ماشئت فانی (اے مرزا تو جو چاہے سو کرلیا کر)

قدغفرت لک (کیونکہ میں نے تجھے بخش دیا ہے)

اب ایک دوسرا واقعہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ کچھ اہل اللہ مشاہدہ حق کے سلسلہ میں مصروف گفتگو تھے۔ آخر میں ایک صاحب ابو محمد خفاف بولے' آپ حضرات کی جس قدر گفتگو تھی وہ حد علم میں تھی۔ لیکن مشاہدہ کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ حجاب اٹھ کر اللہ تعالیٰ کا معائنہ ہوجائے۔ حاضرین نے حیرت سے پوچھا یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ یک بیک حجاب اٹھ گیا اور میں نے دیکھا کہ عرش پر حق تعالیٰ جلوہ افروز ہے۔ میں دیکھتے ہی سجدے میں جاپڑا اور عرض کی کہ "الٰہی! تو نے اپنی رحمت کے کس بلند درجہ پر پہنچادیا ہے"۔

واقعہ سن کر مجلس میں ایک بزرگ جساس اٹھے اور ابو محمد خفاف سے کہا کہ چلئے ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات کرادوں۔ وہ ان کو شیخ ابن سعدان کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ ان صاحب کو شیطان کے تخت والی حدیث سنادیجئے۔ شیخ نے بہ سند متصل وہ روایت سنائی۔

سید العرب والعجم ﷺ نے فرمایا کہ

"آسمان اور زمین کے درمیان شیطان کو ایک تخت ہے۔ جب کسی انسان کو فتنے میں ڈالنا اور گمراہ کرنا چاہتا ہے تو وہ تخت دکھاکر اپنی طرف مائل کرتا ہے۔"

(منقول از "تلبیس ابلیس")

ابو محمد خفاف کہنے لگے کہ ذرا ایک دفعہ پھر سنایئے۔ انہوں نے حدیث پاک دوبارہ سنائی۔ ابو محمد خفاف زار و قطار رونے لگے اور دیوانہ وار اٹھ کر بھاگے۔ کئی روز کے بعد ملاقات ہوئی تو بتایا کہ ان نمازوں کے اعادہ میں مشغول تھے جو ابلیس کے مشاہدہ کے بعد سے اس کو خدا سمجھ کر پڑھی تھیں۔ طالب حق نے اپنی غلطی تسلیم کرلی لیکن شیطان نے جب یہی حملہ مرزا قادیانی پر کیا تو وہ بالکل کامیاب ٹھہرا اور مرزا قادیانی نے اس کیفیت کو بڑے اعزاز کے ساتھ یوں لکھا۔

"امام الزماں کی چھٹی علامت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان سے بہت قریب ہوجاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے پاک اور روشن چہرہ پر سے جو نور محض ہے اتار دیتا ہے اور اپنے تئیں ایسا پاتے ہیں کہ گویا ان سے کوئی ٹھٹھہ کررہا ہے اور یہ کیفیت دوسروں کو نظر نہیں آتی۔ پس میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے وہ امام الزماں میں ہوں"۔

(ضرورۃ الامام' ص ۱۳' مصنفہ مرزا قادیانی)

اور سنئے!

"پھر ایک بار دیکھا کہ کچہری میں گیا ہوں تو اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت پر عدالت کی کرسی پر بیٹھا ہے اور ایک سررشتہ دار کے ہاتھ میں ایک مثل ہے جو وہ پیش کرتا ہے۔ حاکم نے مثل دیکھ کر کہا کہ مرزا حاضر ہے۔ تو میں نے غور سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک خالی کرسی پڑی ہے۔ مجھے اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر میں نے بیدار ہوگیا"۔

(تذکرہ' ص ۴۲۹)

مزید سنئے!

"میں نے ایک دفعہ کشف میں اللہ تعالیٰ کو تمثیل کے طور پر دیکھا۔ میرے گلے میں ہاتھ ڈال کر فرمایا' "جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"۔

(تذکرہ ص ۷۱۴)

اور مزید سنئے!

"حضور نے فرمایا مجھے خدا اس طرح مخاطب کرتا ہے اور مجھ سے اس طرح کی باتیں کرتا ہے کہ اگر میں ان میں سے کچھ تھوڑا سا بھی ظاہر کروں تو یہ جتنے معتقد نظر آتے ہیں' سب پھر جاویں۔"

(سیرت المہدی' ص ۷۲' حصہ اول' مصنفہ مرزا بشیر الدین ابن مرزا قادیانی)

شیطان مرزا قادیانی کے ساتھ کیا گفتگو کرتا تھا؟ کیا پیغامات بھجواتا تھا؟ کیا وحی کرتا تھا؟ ان کے چند مرزا قادیانی کی کتب اس کا واضح ثبوت ہیں! نمونے پیش خدمت ہیں:

"پریشن عمر براطوس یا پلاطوس"

(مکتوبات احمدیہ' جلد اول' ص ۶۸)

"پیٹ پھٹ گیا"

(البشریٰ' جلد دوم' ص ۱۹)

"غثم۔ غثم۔ غثم"

(البشریٰ' جلد دوم' ص ۵۰)

"زندگیوں کا خاتمہ"

((تذکرہ' ص ۵۷۷))

(ایک دانہ کس کس نے کھانا"

(البشریٰ جلد دوم ص ۵۰)

"لا کف"

(تذکرہ ص ۵۷۷)

"اس کتے کا آخری دم ہے"

باقی صفحہ ۱۵ پر

# تبلیغی اجتماع

بابو شفقت قریشی سہام

دنیا کے تمام مسلم ممالک میں تبلیغی اجتماعات سال بھر منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ مرکزی اور سب سے بڑا سالانہ اجتماع رائے ونڈ میں منعقد ہوتا ہے۔ اس کو حج کے بعد دوسرا بڑا اجتماع کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اس میں دنیا کے ہر خطے سے فرزندان توحید شرکت کرکے اپنی دینی بیداری اور عشق رسول ﷺ کا ثبوت دیتے ہیں۔ شرکاء کے پیش نظر نہ تو کوئی سیاسی مقاصد ہوتے ہیں اور نہ کسی حکومت یا شخصیت کی حمایت یا مخالفت ہوتی ہے۔ نہ ہی دین میں کسی فرقہ واریت کا پرچار ہوتا ہے۔ صرف اللہ اور اس کے پیارے نبی ﷺ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے ہر کوئی اپنی اصلاح اور حضور ﷺ کے تبلیغی مشن کو آگے بڑھا کر سنت رسول پر عمل پیرا ہونا چاہتا ہے۔ اندرون ملک سے لوگ قافلوں کی صورت میں شرکت کرتے ہیں۔ اخراجات خود برداشت کرتے ہیں اور کسی پر بوجھ بننا پسند نہیں کرتے۔ دوران سفر سڑکوں کے کنارے۔ چھوٹی بڑی آبادیوں کی مساجد کے باہر گاڑیاں کھڑی نظر آتی ہیں اور نماز باجماعت ادا ہوتی نظر آتی ہے۔ ان جماعتوں اور قافلوں میں غریب اور امیر ہر مسلمان شامل ہونا باعث ثواب اور نجات کا سبب سمجھتا ہے۔ اس اللہ والی جماعت کی کامیابی اور اس کے رضاکاروں میں دن بدن اضافے کا سبب یہ ہے کہ یہ جماعت کسی خاص مسلک کا پرچار نہیں کرتی۔ ہر مسلک کا مسلمان اللہ کی راہ میں چند دن کے لئے گھر بار اور اہل خانہ کو اللہ کے سپرد کرکے اپنے عقیدہ کو بھی پختہ کرتا ہے اور دوسرے کو بھی احساس دلانے کی تبلیغ کرتا ہے کہ دنیوی زندگی چند روزہ ہے۔ دنیوی کامیابی عارضی ہے اور آخرت کی کامیابی اصل کامیابی اور مستقل ہے۔ محنت کی جائے تو اللہ کے دین کے لئے۔ فکر کی جائے تو آخرت کی۔ دنیوی مشاغل میں اس قدر منہمک نہیں ہوجانا چاہئے کہ اپنی اصلی منزل اور اصلی مقصد ہی بھول جائے۔

تبلیغی جماعت کی بنیاد آسمان علم و فضل کے درخشندہ ستارے اور شریعت و طریقت کے جامع بزرگ حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے رکھ کر ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو اسلامی تاریخ کا ایک درخشندہ اور سنہرا باب ہے۔ ابتداء میں قرب وجوار میں گشت کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کی مقبولیت اور افادیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے گھروں کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ کر دور دراز علاقوں میں تبلیغی کام کو پھیلایا گیا۔ دس سال بعد ۱۹۳۸ء میں تبلیغی کام کا دائرہ ارض مقدس تک بڑھا دیا گیا۔ مولانا محمد الیاس حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے گئے۔ سولہ سال میں جب تبلیغی مشن کو بے حد مقبولیت حاصل ہو چکی تو ۱۹۴۴ء میں مولانا اس جہان فانی سے رحلت کر گئے۔ ان کے فرزند مولانا محمد یوسفؒ کو اپنے والد کے ساتھ مل کر کام کرنے کا موقع مل چکا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے والد کے تبلیغی مشن کو اپنے چند رفقائے کار جن میں مولانا محمد پالن پوری سرفہرست تھے بہت خوش اسلوبی سے آگے بڑھا کر کامیابی سے ہم کنار کیا۔ تقریباً ۲۱ سال کے عرصہ میں تبلیغی کام کو دنیا کے ہر خطے میں پہنچا دیا۔ اپنی تبلیغی ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہو کر ۱۹۶۵ء میں فوت ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے رفیق کار مولانا انعام الحسنؒ تقریباً ۳۰ برس تک بحسن و خوبی تبلیغ کی اہم ذمہ داری کو نبھانے کے بعد اللہ کو پیارے ہوگئے۔ تبلیغی تحریک کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے رفقائے کار کی پرخلوص کاوشوں کے نتیجے میں تبلیغی جماعتیں چلتی پھرتی تربیت گاہوں کی شکل اختیار کر چکی ہیں۔ اس تحریک کے ایک رضاکار کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہفتہ میں ایک بار اپنے محلے میں۔ مہینہ میں تین دن اور سال میں چالیس دن (چلہ) دور دراز علاقوں میں تبلیغ کے لئے جماعت کے ساتھ جائے۔ ملک سے باہر جماعت کے ساتھ جانے والے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ملک کے اندر کم از کم چار ماہ اس کام میں مصروف رہے۔

جماعت کے رضاکار دوران تبلیغ ہر قسم کی تنقید اور تعریف سے بے نیاز ہو کر اور ہر قسم کے ناموافق حالات سے بے پرواہ ہو کر خود چل کر لوگوں کی اصلاح کے لئے ان کے پاس جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ نور ہدایت اسی راستہ کے مسافروں کے سینوں میں بسیرا کرتا ہے۔ اپنے تبلیغی مشن کو ان چھ نکات کے اندر رہ کر پیش کیا جاتا ہے۔

۱.... کلمہ۔ ۲.... نماز۔ ۳.... علم و ذکر۔ ۴.... تصحیح نیت ۵.... اکرام مسلم۔ ۶.... اور دعوت و تبلیغ۔

**کلمہ** کلمہ کی دولت جس شخص کو نصیب ہوجائے اور ساتھ ہی اس کی حقیقت پر عمل کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوجائے تو اس سے بڑھ کر ایک مومن کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

**نماز** نماز بلاشبہ ایک مومن کی نشانی ہے اس میں تنظیم بھی ہے اور برے کاموں سے بچا کر انسان کی اصلاح بھی کرتی ہے۔

**علم و ذکر** دین کو سیکھنا اور فکر کرنا مومن کی شان ہے۔ علم سیکھ کر اس پر غور و فکر کرنے کی صلاحیت

پیدا ہوتی ہے اور اسلام کی شان بلند ہوتی ہے۔ اللہ کے ان گنت احسانات کا شکر اس کے ذکر، تلاوت اور دعاؤں سے کرنا ہی ممکن ہو سکتا ہے۔

**تصحیح نیت** دنیوی زندگی کو حضور ﷺ کے بتائے ہوئے راستوں پر چلانے اور اس کے لئے حقیقی معنوں میں ارادہ اور نیت کرنے سے ہی کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

**اکرام مسلم** ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مسلمان بھائی کا احترام کرنا تبلیغی جماعت کے ہر رضاکار کے لئے لازمی ہے۔

**دعوت و تبلیغ** اللہ کے دین کی اشاعت کے لئے گھریلو آرام و آسائش کو چھوڑ کر دعوت و تبلیغ کے لئے زندگی وقف کرنا چھ نکات کا حصہ ہے اور اس کام کو نبیوں کا کام سمجھ کر پایہ تکمیل تک پہنچانا ہی اصل مقصد ہے۔ ایک جماعت کم از کم دس افراد پر مشتمل ہوتی ہے جن کا ایک امیر ہوتا ہے گھر سے روانگی کے وقت دو نفل ادا کر کے مقصد میں کامیابی، بخیریت واپسی اور اہل خانہ کی عافیت کے لئے دعاؤں کے ساتھ تبلیغی سفر کا آغاز کیا جاتا ہے۔ ہر رضاکار کو زاد راہ اور دوسرے اخراجات خود برداشت کرنے ہوتے ہیں۔ طبیعت میں نرمی، خوش اخلاقی، قوت برداشت، عاجزی، دوسروں پر تنقید سے اجتناب، بحث و مباحثہ سے پرہیز اور ہر قسم کی تنقید اور رکاوٹ کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا جماعت میں جانے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ یہ جماعتیں پوری دنیا میں لاکھوں غیر مسلموں کو کفر کی تاریکیوں سے نکال کر اسلام کے اجالوں سے متعارف کرا چکی ہیں ان میں ایک ہی تڑپ اور لگن ہے کہ دین کو دعوت کے ذریعے سے توحید باری تعالیٰ سے عبارت نبی اکرم ﷺ کے متعین کئے ہوئے راستے اور صحابہ کرامؓ کی سیرت کی روشنی میں دین حق کی تبلیغ اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہا جائے۔

رائے ونڈ کے عظیم تبلیغی اجتماع میں ہر طرف روحانی ماحول دکھائی دیتا ہے۔ تین دن تک وعظ و نصیحت کی باتیں ہوتی ہیں۔ جماعتیں تشکیل دی جاتی ہیں۔ واپس آنے والی جماعتوں کی کارگزاری دیکھی جاتی ہے۔ اجتماع کے آخری دن دعا کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ ہر شخص اپنے قلبی جذبے اور دین کی محبت سے سرشار، آہوں اور سسکیوں میں اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوتا ہے۔

●●

## بقیہ: مرزا قادیانی کے فرشتے

(تذکرہ ص ۴۱۷)

"پٹا' پٹی گی"

(تذکرہ ص ۸۰۱)

"ہام کمہ"

(تذکرہ ص ۷۳۴)

"حفیظ مسیح"

(تذکرہ ص ۷۳۴)

"کرنسی نوٹ"

(تذکرہ ص ۵۹۱)

"خواب میں دکھائے گئے ا۔ تین استرے ۲۔ عطر کی شیشی"

(تذکرہ ص ۷۳۴)

"میں تم سے محبت کرتا ہوں" I Loe Yu

"میں تمہارے ساتھ ہوں" I am with you

"ہاں میں خوش ہوں" Yes I am happy

"زندگی دکھ ہے" Life is pain

"میں تمہاری مدد کروں گا" I shall help you

(حقیقۃ الوحی ص ۳۰۳ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)

تمہیں امرتسر جانا پڑے گا

You have to go to amaitsar

(ص ۷۴)

معقول آدمی fair man

(ص ۸۴)

محترم قارئین! یہ سب بے روح الفاظ، یہ سب بے تکے فقرے، یہ آوارہ جملے اور یہ سب بے ڈھبی عبارتیں، کیا یہ اللہ کا کلام ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یہ سراسر شیطانی بکواس ہے جو شیطان نے مرزے کی زبان کے توسط سے کی ہے۔

شیطان مردود نے مرزا قادیانی کا ایمان چھین لیا۔ اس مرتد بنادیا۔ اس سے عقل و خرد چھین لی۔ اسے بے بصارت کردیا۔ اسے جہنم کا دائمی مکین بنادیا اور پھر سب کچھ چھیننے کے بعد اس کی عزت بھی لوٹ لی۔ حوالہ ملاحظہ فرمایئے! مرزا قادیانی کا ایک مرید قاضی یار محمد اپنے ٹریکٹ نمبر ۳۴ موسومہ "اسلامی قربانی" ص ۴ پر لکھتا ہے۔

"حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر طاری ہوگئی گویا کہ آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا۔ سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے"۔

آیئے ہم سب پڑھیں

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

اور آیئے ہاتھوں کا کشکول بنا کر اللہ سے دعا مانگیں۔

الٰہی محفوظ رکھنا ہر بلا سے خصوصاً" آج کل کے انبیاء سے

نوٹ: "تذکرہ" مرزا قادیانی کے کشوف، الہامات، رویا اور وحی کے مجموعہ کو کہتے ہیں اور تذکرہ نعوذ باللہ قادیانیوں کا قرآن بھی ہے۔

●

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

# بنیاد پرستی ـــ اعزاز یا الزام؟

"بنیاد پرست" کہلانے میں آخر کیا حرج ہے؟ اگر اس سے مراد اور مطلوب ایک راسخ الاعتقاد اور اصول سے لے کر فرور تک اسلام کا پابند مسلمان ہوتا ہے اس اصطلاح سے بدکنایہ باور کراتا ہے کہ گویا ہم اسلام کے حصار میں اس طرح رہیں کہ اس میں ہر طرف چور دروازے ہوں جب اور جہاں سے چاہیں' جھانک بھی لیں اور چھلانگ بھی لگالیں اور پھر واپس آکر ویسے کے ویسے مسلمان بن جائیں' قرآن مجید نے یقیناً" ایسی ہی نفسیات رکھنے والے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ "یؤمنون ببعض ویکفرون ببعض" (دل پسند چیزوں کا اقرار اور مزاج کے خلاف چیزوں کا انکار) ایسا رویہ یورپ کی نظر میں معیوب نہ ہو تو الگ بات ہے اسلام اسے انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھتا ہے' وہ کہتا ہے کہ جب میرا اقرار و انکار جبر و اکراہ سے نہیں بلکہ طیب خاطر سے ہے تو پھر کوئی اصول قبول کرلینے کے بعد اس سے ہیر پھیر اور انحراف اور گریز چہ معنی دارد؟ اگر مانتا ہے تو کھلے دل سے مانو اور حدود کا احترام کرو' اگر نہیں مانتا تو راستہ کھلا ہے دنیا میں کوئی نہیں پوچھے گا البتہ آخرت میں جوابدہی کا خود اہتمام کرلو اور اپنا جواز ڈھونڈ لو لیکن ہماری نفسیات اس طرح بن چکی ہیں کہ ہم مستقل طور پر "نیمے دروں' نیمے بروں" رہنا چاہتے ہیں۔ اگر اسلام کا نام لے کر فائدہ پہنچتا ہے تو ہم مسلمان ہیں اور اگر ہمارے مفاد' مزاج اور اقتدار پر کوئی زد پڑتی ہے تو پھر گریز اور انحراف کی ہزار راہیں کھلی رکھنا چاہتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا روم نے مثنوی میں ایک تمثیل کے ذریعے ایسی نفسیات کو واضح کیا ہے جو امید ہے زیر نظر مضمون کے سمجھنے میں مدد دے سکتی ہے۔ مولانا روم لکھتے ہیں کہ

ایک شخص اپنی کلائی پر شیر گدوانے کے لئے گیا جب جراح نے پہلی سوئی چبھوئی تو اسے تکلیف ہوئی اور کہنے لگا یہ کیا بن رہا ہے؟ جراح نے کہا کہ شیر کے کان بنا رہا ہوں تو اس نے کہا کان رہنے دو' کان کٹے شیر بھی تو ہوتے ہیں' جراح نے آنکھ بنانا چاہی تو اس نے کہا کہ! ایک آنکھ رہنے دو' شیر کانا ہو تو کیا فرق پڑتا ہے' تیسری چبھن پہ پوچھا اب کیا بن رہا ہے جراح بولا شیر کے پاؤں بنا رہا ہوں۔ اس نے کہا ایک ٹانگ رہنے دو الغرض ہر چبھن اور ٹیس پر وہ شیر کا ایک ایک عضو ختم کرواتا گیا۔ بالآخر جراح نے کہا کہ ایسا شیر مجھ سے نہیں بن سکتا جس کی نہ آنکھ ہو نہ کان' نہ ٹانگ اور نہ دم اگر ایسے ہی شیر بنوانے کا شوق ہے تو کسی اور سے بنوالو۔

اسی تمثیل کے مطابق ہمارا "روشن خیال" مسلمان' دائرہ اسلام میں رہنا چاہتا ہے' کہ نماز نہ پڑھی تو کیا ہم مسلمان نہیں رہیں گے؟ شراب' جوا' ڈانس' سود' بے حجابی ایسے مشاغل اختیار کرلئے تو کیا ہم دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے؟ اگر تہذیب مغرب کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تو اسلام پر کیا حرف آجائے گا؟

اگر سیاسی نظام مغرب سے معاشی نظام اشتراکیت سے' قانونی نظام فرانس سے لے لیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

علی ہذا القیاس اسلام کے اصولوں سے لے کر اس کی ہر ہر شق سے پہلو تہی بھی ہم کرنا چاہتے ہیں اور برابر مسلمان بھی رہنا چاہتے ہیں' یہ رویہ سراسر کٹ حجتی پر مبنی ہے جسے ایمان' و دانش کی بارگاہ میں قبول نہیں کیا جاسکتا۔

برصغیر میں انگریزی نظام تعلیم کے بانی لارڈ میکالے نے اپنے مقصد تعلیم اور طریقہ تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کے ذریعے ہمیں "جسم مشرقی مگر روح مغربی درکار ہے" یعنی اس میکدہ تعلیم میں خم لنڈھانے والے بے شک نسلی مسلمان رہیں' نام کے مسلمانوں جیسے ہوں' لباس وہ اسلامی طرز کا پہنیں' شادی بیاہ اور نکاح طلاق شرعی طریقے سے کریں لیکن ان کی سوچ' دماغ' قلب اور روح مغرب کے رنگ میں رنگی ہو' تاکہ فکری بالادستی یورپ کی برقرار رہے۔ اب لارڈ میکالے کو کون جاکر قبر میں بتائے کہ آپ کو تو ہم سے صرف روح مغربی درکار تھی اور جسم کے مشرقی ہونے پر آپ کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا' مگر ہم اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ روح تو مغرب کی ہے ہی ہم نے اپنا قالب اور چولا بھی مغربی بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی' رسم و رواج' بولی ٹھولی' گھر کا ماحول' آدب محفل' خلوت جلوت کے اطوار' لباس کی تراش خراش اور لب و لہجہ تک ہم نے فرنگی بنا ڈالا' فقط رنگ بدلنے کی کمی رہ گئی ہے۔ اگر بس میں ہو تو یہ بھی کروالیں۔

ہمارے ہاں ایک بڑے اور موثر طبقے کی (جو سیاسی' معاشرتی اور اقتصادی اعتبار سے بالادست طبقہ ہے) یہ ذہنیت کیوں بن گئی ہے کہ وہ یورپ کے اعزاز کو اعزاز اور اس کے الزام کو عار سمجھتا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ وہ سطحیت پسندی' اتھلاپن اور اعتماد کا فقدان ہے جو کسی فرد یا قوم میں مناسب تربیت کی کمی اور اپنی اصل اور جڑ سے بیوستگی میں

نقص کے باعث پیدا ہو جاتا ہے' جس طرح کوئی درخت خواہ کتنا بے ڈول ہو مگر اس کی جڑ بہت گہری اور تنا مضبوط ہو تو معمولی ہوا تو کیا جھکڑ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اس کے مقابلے میں بڑا نرم و نازک' خوشنما' تراشیدہ خراشیدہ درخت تیز ہوا کے ایک جھونکے کی مار برداشت نہیں کر سکتا اسی طرح وہ قومیں محض فیشن' نمائش اور تکلفات کی دلدادہ اور عادی بن جائیں اور اپنی تہذیب' ثقافت' اپنے ورثے اپنی تاریخ اور اپنے دینی رشتوں کو یکسر فراموش کر بیٹھیں وہ پروپیگنڈے کی معمولی ضرب اور ترغیب کی برائے نام جھلک سے نیم جان ہو جاتی ہیں اور ذہنی و روحانی امراض کا ایک لشکر ان کا گھیراؤ کر لیتا ہے انہی بیماریوں میں ایک اعتماد کے فقدان کی بیماری ہے جو قوم کو حوصلہ مند اور جری بنانے کے بجائے موم کی گڑیا بنا دیتی ہے جس کا نام ہر چوتھے روز بدلتا رہتا ہے۔

اعتماد ہی وہ جوہر ہے جو فرد اور قوم کو انداز خسروانہ' عطا کر دیتا ہے' "آداب خود آگاہی آجائیں تو غلاموں پر بھی اسرار شہنشاہی کھلتے چلے جاتے ہیں۔

مور اپنی تمام تر خوبصورتی اور رعنائی کے باوجود اپنے پاؤں دیکھ کر شرما سا جاتا ہے' اس کا یہ رویہ اس کے اعتماد کو ہر روز مجروح کرتا ہے اس طرح ہم مسلمان شاندار ماضی' پرشکوہ تہذیب' قابل فخر روحانی ورثہ' رشک آمیز علمی پس منظر اور گرانقدر دماغی اور فنی صلاحیتیں رکھنے کے باوجود ایک ذرا سا رنگ کا میلا ہونا یا انگریزی میں کمزور ہونا ہمیں مور کی طرح اپنے پاؤں دیکھنے پر اکسا دیتا ہے اور ہم شرمانے لگ جاتے ہیں' اگر آنکھوں میں بقول حکیم الامت علامہ اقبال۔ خاک مدینہ کا سرمہ ہو تو جلوہ دانش فرنگ سے خیرہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہو سکتا' انسان کے ہر اقدام کا دارومدار اس کے فکری محور پر ہوتا ہے' مثلاً" ایک مسلمان کی سوچ کا تانا بانا اسلام سے بنا ہوا ہوتا ہے' اس کی وفاداری اور اطاعت کا مرکز خدا اور رسول ﷺ کی ذات ہوتی ہے' اس کے نزدیک ایک فقط عالم دنیا ہی تمام امور و معاملات کا منتہا نہیں بلکہ یہ سلسلہ آخرت تک چلتا ہے' اس کے عقیدے کے مطابق خوشنودی محض انسانوں کی مطلوب نہیں بلکہ رضائے الٰہی' ہر چیز پر مقدم ہے اس کے ہاں کسی عمل کی تصویب یا تردید قرآن و سنت سے مشروط ہے الغرض اس طرح کی دوسری چیزیں جو ایک مسلمان کی فکری ساخت کو دوسرے لوگوں سے ممیز کرتی ہیں' تو لامحالہ ایک مسلمان کا معیار تہذیب' اصول خیر و شر' فلاح و خسران کے ضابطے اور عزت و ذلت کے پیمانے یقیناً" دوسروں سے مختلف ہوں گے۔ اگر ایسا ہو گا تو پھر کسی مسلمان کو برتر اور کمتر' بہتر اور بدتر' صحیح اور غلط اور اعزاز اور الزام کے بارے میں فیصلہ کرنے یا کسی چیز کا انتخاب کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی' اگر فکری سمت متعین نہ ہو' وفاداری کا مرکز طے نہ ہو' دنیا اور دنیا کے پیدا کرنے والے رب کی خوشنودی میں فرق واضح نہ ہو تو مسلمانوں سے ایسے ہی لطیفے سرزد ہوتے ہیں جیسے کہ آج کل کے دور میں ہو رہے ہیں کہ ہمارے ہی بقول ہمارا ایمان تو خدا اور رسول ﷺ پر ہے لیکن نظام سیاست اور اور انداز معیشت و معاشرت یورپ کا رائج ہونا چاہئے یہ تضاد اس لئے ہے کہ ہم اپنا فرق متعین نہیں کر پا رہے جس کے نتیجے میں ہمارا معیار تہذیب طے نہیں ہو رہا اور اہم اور غیر اہم میں ترجیح قائم نہیں ہو رہی' اگر ہر بڑے اور چھوٹے امر میں خدا اور رسول ﷺ کو اپنا حاکم اور فیصل مان لیں اور اپنے دین اور اپنی تہذیب کو اپنی روحانی اور فکری و عملی توانائی کا سرچشمہ قرار دے لیں تو ہمارے اندر نہ یورپ سے مرعوبیت کی بیماری رہ جائے گی اور نہ ہر بات پر معذرت خواہی کی عادت رہے گی اور ہم میں ایک طرح کا اعتماد اور حوصلہ پیدا ہو گا۔

اس کا مطلب قطعاً" یہ نہیں کہ ہم دنیا میں رہتے ہوئے اس کے آئے دن کروٹ بدلتے حالات اور تقاضوں کے ادراک سے عاری ہو جائیں' دنیا کے لوازم سے بے خبر ہو جائیں' عالمی نشیب و فراز سے لاتعلقی کا رویہ اپنا لیں جدید ٹیکنالوجی سے استفادہ نہ کریں' علوم و فنون کے ارتقاء سے بے بہرہ رہیں' دنیا کے لئے بندوبست میں خود کو شامل نہ کریں سائنسی انکشافات اور اکتشافات سے فیضیاب نہ ہوں' دنیا کی ترقی اور صنعت کی ترویج میں حصہ دار نہ بنیں اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے تہہ در تہہ واقعات اور ان کے مضمرات' اثرات اور نتائج سے بالکل الگ تھلگ ہو کر رہ جائیں لیکن اپنی ناک کا چھید اتنا بھی کھلا اور ڈھیلا نہ رکھیں کہ ہندو آئیں اور اپنی معاشرت کی نکیل ہماری ناک میں ڈال دیں۔ یورپ اپنی تہذیب کی نکیل ڈال دے' امریکہ اپنی سیاسی غلامی کی نکیل ڈال دے اور یہ سب کچھ ہم چپ کر کے برداشت کرتے رہیں۔

(جاری ہے)

## بقیہ: مسئلہ حیات و نزول

لہٰذا ہم دو ٹوک انداز میں قادیانی حضرات کو خود انہی کے مسلمہ اصول کی روشنی میں دعوت حق پیش کرتے ہیں کہ

اگر تم اللہ و رسول ﷺ اور قرآن مجید کو برحق تسلیم کرتے ہو' صحابہ عظام رضی اللہ عنہم اور مجددین اور اکابرین امت کو واقعی تسلیم کرتے ہو۔ نیز مرزا صاحب کے ساتھ عقیدت رکھتے ہو تو آؤ خدارا اپنی عاقبت کی فکر کرتے ہوئے میری اس سنجیدہ اور بااصول تحریر کو بغور مطالعہ فرما کر اپنی موجودہ روش اور نظریات پر نظرثانی کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور صدق دل سے راہ حق کی التجا کرو کہ وہ تمہیں دیانتداری کے ساتھ غور و فکر کرکے صحیح بات کو تسلیم کرنے کی توفیق عنایت فرمادے۔ نفسانی غرور اور انانیت کے چنگل سے نجات دے کر تمہاری عاقبت سنوارنے کی توفیق مرحمت فرمادے۔

گزشتہ سے پیوستہ

# مرزا قادیانی کی خوراک

## پانی

"گرمی کے موسم میں کنوئیں سے پانی نکلوا کر ڈول سے ہی منہ لگا کر پانی پیتے تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ اول' ص ۱۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی) یعنی سارے کنوئیں کا پانی جھوٹا کرتا تھا..... مرتد کہیں کا! (ناقل)

## کون سا کھانا

"اسی طرح کھانا کھانے کا یہ حال تھا کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو اس وقت پتا لگتا ہے کہ کیا کھا رہے ہیں کہ جب کھاتے کھاتے کوئی کنکر وغیرہ کا ریزہ دانت کے نیچے آجاتا ہے"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۵' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی) محمدی بیگم کے عشق نے جو مت ماردی تھی۔ (ناقل)

## سالم مرغ

"سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا۔ چنانچہ ہوشیار پور جاتے ہوئے ہم مرغ پکوا کر ساتھ لے گئے تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ اول' ص ۱۸۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
تم مرغ نہ پکواتے تو مرزا قادیانی نے سفر ہی نہیں کرنا تھا۔ (ناقل)

## مونگرے گوشت

"مولی کی چٹنی اور گوشت میں مونگرے بھی آپ کو پسند تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ اول' ص ۱۸۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
معلوم ہوتا ہے کہ امور خانہ داری کی کوئی کتاب پڑھ کر کھانے پکواتا تھا۔ (ناقل)

## بھنی ہوئی بوٹیاں

"گوشت کی خوب بھنی ہوئی بوٹیاں بھی مرغوب تھیں"۔ (سیرت المہدی' حصہ اول' ص ۱۸۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
اور اب قبر کے کیڑوں کو اس کی بوٹیاں بہت مرغوب ہیں۔ (ناقل)

## میٹھے چاول

"میٹھے چاول' گڑ یا قند سیاہ میں پکے ہوئے پسند فرماتے تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ اول' ص ۱۸۲' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
ویسے خود تو بڑا کڑوا تھا۔ (ناقل)
"اور میٹھے چاول تو خود کہہ کر پکوالیا کرتے تھے مگر گڑ کے اور وہی آپ کو پسند تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۲' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
ذیابطیس کا پرانا مریض اور گڑ کے چاول! بڑا بد پرہیز تھا تو! (ناقل)

## ساگ

"پچھلے دنوں میں جب آپ گھر میں کھانا کھاتے تھے تو آپ اکثر صبح کے وقت مکی کی روٹی اکثر کھایا کرتے تھے اور اس کے ساتھ کوئی ساگ یا صرف لسی کا گلاس یا کچھ مکھن ہوا کرتا تھا"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
دیکھا اپنے گھر میں کتنا سادہ کھانا کھاتا تھا۔ عیاشی تو مریدوں کے گھر ہوتی تھی۔ (ناقل)

## کھانے پینے میں رکاوٹ

"کبھی کبھی آپ پانی کا گلاس یا چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے پکڑ کر پیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ابتدائی عمر میں دائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگی تھی کہ اب تک بوجھل چیز اس ہاتھ سے برداشت نہیں ہوتی"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
نہ صرف جہاں بیگم سے شادی کرتے وقت سسرال کو بھی اپنا یہ نقص بتایا تھا؟ وہاں تو خضاب لگ کر گئے تھے۔ (ناقل)

## کیا کھایا

"بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۱' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
کیونکہ اس کے بعد اگلے کھانے کی فکر ہوتی تھی۔ (ناقل)

## ڈبل روٹی' بسکٹ

"ڈبل روٹی چائے کے ساتھ یا بسکٹ اور بکرم بھی استعمال فرمالیا کرتے تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۲' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
دستوں کے دوران یہ نسخہ استعمال کرتا ہوگا ورنہ ان چیزوں سے مرزا قادیانی کا کیا بنتا ہوگا۔ (ناقل)

## ولایتی بسکٹ

"ولایتی بسکٹوں کو بھی جائز فرماتے تھے۔ اس لئے کہ ہمیں کیا معلوم کہ اس میں چربی ہے کیونکہ بنانے والے کا اعادہ تو ممکن ہے پھر ہم ناحق بدگمانی اور شکوک میں کیوں پڑیں"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۲' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
جب ولایتی نبوت کو جائز کہہ دیا تو ولایتی بسکٹ کیا چیز ہیں؟ (ناقل)

## شیرمال

"علاوہ ان روٹیوں کے آپ شیرمال کو بھی پسند فرماتے تھے"۔ (سیرت المہدی' حصہ دوم' ص ۱۳۲' مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی ابن مرزا قادیانی)
مال سے تو عشق تھا اور اگر مال کے ساتھ شیر بھی لگا ہو تو کیا کہنے! (ناقل)

(جاری ہے)

بقیہ:

حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ

ہے اسی طرح نواصب وخوارج (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا یا تو انکار کرتے ہیں' یا اس کی توہین وتنقیص اور بے وقعتی کرتے ہیں) کے خلاف بھی اسی شدت وقوت سے چلنا چاہئے۔ اہل سنت کو جس طرح روافض سے نفرت ہے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ' کی تنقیص کرنے والے "مارقین" سے بھی نفرت ہے۔

خلاصہ یہ کہ حضرت قاضی صاحب کے پیش کردہ اہل حق کے موقف ومسلک سے ہمیں نہ صرف اتفاق ہے بلکہ یہی ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے(۱)۔ لیکن موصوف نے حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کے خلاف جس درشتی وتندی کا اظہار کیا ہے

(۱) اور خود مولانا محمد اسحاق (مرحوم) نے بھی متعدد جا اقتباس میں اسی کو اپنا عقیدہ وایمان بتایا ہے۔ محمد اسحاق

ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔

اب اگر مولانا محترم اس شدت سے قطع نظر کرکے اصلاح طلب امور کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں تو یہ ان کی للّٰہیت وبے نفسی کا کمال ہوگا' اور اگر وہ

اینٹ کا جواب پتھر سے دینا چاہیں تو قلم ان کے ہاتھ میں بھی ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوگا سبائیت وخارجیت کے طفیل میں اہل سنت کے دو بڑے بزرگوں کے درمیان ایک اور "جنگ صفین" بپا ہوگی' دشمنان صحابہؓ (خواہ وہ رافضی ہوں یا خارجی وناصبی) خوش ہوں گے اور ان بزرگوں کے نیاز مند غنی کا یہ شعر پڑھ کر ماتم کریں گے:

ببیں روز سیاہ پیر کنعاں را تماشا کن
کہ نور دیدہ اش روشن کند چشم زلیخا را"

("بینات" کراچی۔ ربیع الاول [illegible])

اس تبصرے سے مدعا یہ تھا کہ مولانا مرحوم کو قاضی صاحب کے اقتباسات اور ان پر اس ناکارہ کا متوازن تبصرہ پڑھ کر اصلاح احوال کی طرف توجہ ہوگی' وہ نہ صرف یہ کہ خارجیت وناصبیت کا پرچار کرنے والے افراد کی سرپرستی سے احتراز فرمائیں گے بلکہ خود ان کی اپنی تحریروں میں جو الفاظ اصلاح طلب ہوں گے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں گے' لیکن:

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

مولانا مرحوم نے ہماری آرزو کے برعکس اس تبصرہ پر شدید ردعمل کا اظہار فرمایا اور جامعہ سے استعفاء کا فیصلہ فرمالیا۔ مولانا مفتی احمد الرحمن مرحوم اور دیگر خدام نے ان سے درخواست کی کہ وہ استعفاء نہ دیں تو مرحوم نے دو شرطیں پیش فرمائیں' ایک یہ کہ تبصرہ نگار "بینات" کے صفحات میں اس پر معافی طلب کرے' دوم یہ کہ وہ اس کا جواب لکھیں گے اسے "بینات" میں شائع کیا جائے۔

جناب مفتی احمد الرحمن مرحوم نے مولانا مرحوم کی ان دونوں شرطوں کا تذکرہ راقم الحروف سے کیا' میں نے عرض کیا کہ پہلی شرط تو سر آنکھوں پر' اس ناکارہ کے جن الفاظ پر حضرت مولانا کو اشکال واعتراض ہو ان کو نشان زد کرکے میرے پاس بھیج دیں' میں "بینات" کی اگلی اشاعت میں ان تمام الفاظ کو نقل کرکے لکھ دوں گا کہ:

"تبصرہ کے ان الفاظ سے حضرت مولانا کو ناگواری ہوئی ہے' میں اپنے ان الفاظ کی کوئی توجیہ وتاویل نہیں کرنا چاہتا' بلکہ بذریعہ تحریر ہذا حضرت مولانا سے غیر مشروط معافی طلب کرتا ہوں"۔

جہاں تک ان کی دوسری شرط کا تعلق ہے کہ وہ قاضی صاحب کے مناقشات کا جواب تحریر فرمائیں گے' "بینات" ان کے جواب کو شائع کرے' آپ (مفتی احمد الرحمن مرحوم) حکم فرمائیں تو مجھے شائع کرنے سے کیا انکار ہوسکتا ہے؟ اس کیلئے احباب سے مشورہ کرلیا جائے' یہ ضرور ہے کہ اس کے بعد قاضی صاحب بھی "جواب الجواب" لکھیں گے' یوں ایک ناخوشگوار بحث چل نکلے گی' اور نتیجہ کچھ برآمد نہیں ہوگا۔ اگر حضرت مولانا کو قاضی صاحب کا جواب ہی لکھنا ہے تو انہی کی طرح اپنے جواب کو بھی کتابی شکل میں شائع کرسکتے ہیں۔

الغرض ہماری کوشش ناکام ہوئی' حضرت مولانا مرحوم نے اصلاح احوال کے بجائے مدرسہ سے تعلق ختم کرنے کو ترجیح دی۔ وکان امر اللہ قدرا مقدورا' ان کے "ترک خدمت" کا ہم خدام کو تو افسوس ہوا لیکن جن لوگوں کے تعلق کی وجہ سے یہ افسوسناک سانحہ رونما ہوا ان کو اس سے خوشی ہوئی ہوگی کہ ان لوگوں کے اپنے افکار مولانا کی طرف منسوب کرنے سے اب کوئی مانع نہیں رہا تھا' چنانچہ بعد میں ایسے مناظر بھی آنکھوں کے سامنے آئے ہیں جن کا ذکر شاید حدیث نبوی:

اذکروا محاسن موتاکم وکفوا عن مساویھم

(مشکوٰۃ، ص ۱۴۶)

"اپنے گزشتگان کی خوبیاں ذکر کیا کرو' اور ان کی برائیوں سے زبان بند رکھو"۔

کے خلاف ہوگا۔

مولانا مرحوم کا سن وسال اسی برس سے متجاوز ہوچکا تھا' ان کی کیفیت وہی تھی جس کا نقشہ عربی شاعر نے یوں کھینچا ہے:

ومن یعش ثمانین حولا
لا اباً لک یسئم

(ترجمہ "جو شخص اسی (۸۰) سال جی لے وہ اکتا جاتا ہے"۔)

اس پر مستزاد یہ کہ اس پیرانہ سالی میں وہ کسمپرسی کے عالم میں گزر رہے تھے' اولاد تھی ہی نہیں' اہلیہ کا ساتھ تھا' اور وہ بھی چند سال پہلے داغ مفارقت دے چکی تھیں' ان صدمات نے ان کے ذہن کو کس قدر متاثر کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ دوسروں کو مشکل ہے اس لئے آخری دور حیات میں وہ واقعتاً معذور تھے'

گلشن اقبال نمبر۲ میں ان کے بھائی صاحب کی رہائش ہے۔ مولانا مرحوم انہی کے یہاں رہائش پذیر تھے۔ اور تجرید وتفرید کے منازل طے کرتے ہوئے بالآخر بھائی صاحب کے مکان میں ۸۵ برس کی عمر میں خالق حقیقی سے جاملے۔

محلے کی مسجد میں (جو مسجد قباء کے نام سے معروف ہے) ظہر کے بعد مولانا مرحوم کا جنازہ ہوا' ہم خدام کو بھی اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی' محترم مولانا محمد طاسین صاحب نے امامت کے فرائض انجام دئے' اور فیڈرل بی ایریا قریب آباد کے ملحقہ قبرستان میں ان کی تدفین ہوئی۔ یوں زندگی کا تھکا ماندہ مسافر اپنی آخری آرام گاہ تک پہنچ گیا۔

حق تعالیٰ شانہ ہماری اور ان کی لغزشوں کو معاف فرمائیں' اور رحمت ورضوان اور مغفرت کا خصوصی معاملہ فرمائیں۔

مولانا عبداللطیف مسعود ڈسکہ

# مسئلہ حیات و نزول مسیح علیہ السلام اور احادیث خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے مقدس اور راست باز نبی ہیں دیگر انبیاء پر آپکو خالق کائنات نے چند خصوصیات سے نوازا ہے مثلاً"

۱..... آپ کی ولادت بغیر باپ کے ہوئی

۲..... آپ کو معجزات بھی کچھ امتیازی حیثیت کے عطا ہوئے۔

۳..... آپ نے سید الرسل ﷺ کی بشارت واضح طور پر اور نامزد فرمائی۔

۴..... اللہ تعالیٰ نے آپ کو دور رسالت پورا کرلینے کے بعد بعض حکمتوں کے تحت زندہ جسد عنصری کے ساتھ آسمان سے پر اٹھالیا اور پھر قرب قیامت دوبارہ زمین پر اتارا جائے گا۔

۵..... آپ چالیس سال زمین پر زندگی گزاریں گے۔ شادی بھی کریں گے اولاد بھی ہوگی دو بیٹے بنام موسیٰ و محمد ہوں گے۔ دین حق کی اشاعت و ترویج میں نمایاں کردار ادا کرکے طبعی طور پر وفات پائیں گے۔ اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ ادا کرکے روضہ رسول ﷺ میں مدفون کریں گے جس سے حجرہ اقدس میں چار قبریں ہوجائی گی اہل اسلام کے ہاں یہ نظریہ ازروئے قرآن مجید اور بکثرت احادیث رسول ﷺ اتنا صحیح مدلل اور طے شدہ ہے کہ ہر دور میں مسلمان معاشرہ میں یہ مسئلہ مشہور و معروف اور زبان زد رہا ہے۔ ہماری حدیث کی ہر کتاب نیز تفسیری اور عقائد کی کتب میں اس مسئلہ کو اجماعی اور متواتر عقیدہ کے طور پر درج کیا گیا ہے تا آنکہ چودھویں صدی ہجری میں پنجاب کے ضلع گورداسپور کے ایک گمنام گاؤں قادیاں میں ایک ایسا شخص (مرزا غلام احمد) پیدا ہوا جس نے انگلش سرکار کی بعض اغراض کی تکمیل کے پیش نظر اس اجماعی عقیدہ میں رخنہ اندازی کرتے ہوئے اعلان کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اب ان کی جگہ میں متعین ہوگیا ہوں لہٰذا مجھے مسیح موعود مان لو۔ نیز بحکم حدیث مجھے نبی بھی تسلیم کرو۔ یاد رکھو جو مجھے نہ مانے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا پھر اس نے قرآن و حدیث میں تلبیسات اور تاویلات کا وہ دجالانہ چکر چلایا کہ ابلیس بھی انگشت بدنداں رہ گیا۔ ادھر نظریہ اسلام کی حمایت و تائید میں علمائے امت نے آیات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ ﷺ کی روشنی میں اس کا موثر اور کامیاب تعاقب فرمایا جس سے قادیانی دجل و فریب کا غبار بالکل چھٹ گیا۔ چنانچہ آج قادیانی مبلغ ان حقائق کے سامنے آنے کی ہرگز جرات نہیں کرسکتے۔

اس سلسلہ میں اسلامی عقیدہ کی تائید میں ایک حدیث صحیح اور اس کا مسلمہ اور صحیح مفہوم پیش خدمت ہے جس کا مطالعہ ہر ایک طالب حق کے لئے مفید ہوگا ان شاء اللہ العزیز

## فرمان خاتم الانبیاء ﷺ کے الفاظ مبارک یوں ہیں

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا ومافیھا ثم یقول ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ واقرءوا ان شئتم وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ.......

(بخاری ج ۱ ص ۴۹۰ و ایضاً ج ۱ ص ۴۹۱ و جلد ۱ ص ۳۳۶)

ترجمہ:

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اس ذات عالیہ کی قسم کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے لازماً" عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریمؑ عادل حکمران کی حیثیت میں نازل ہوں گے تو وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جنگ و قتال موقوف کردیں گے۔ مال و دولت اتنا نچھاور کریں گے کہ کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے اہم ہوجائے گا۔

پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس فرمان نبوی کی تصدیق کے لئے یہ آیت تلاوت کرلو۔ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا

(۴:۱۵۹)

یہ تو اس کا لفظی اور سادہ ترجمہ ہے اب اس کا مفہوم بیان کرنے سے قبل چند اصول اور فریقین کے ہاں مسلم امور سماعت فرمایئے۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ

نمبر ۱ ــــ انا نحن نزلنا الذکر وانہ لحافظون کے تحت ہر زمانہ میں قرآن کا صحیح مفہوم موجود رہا ہے۔

(شہادۃ القرآن ص ۳۵ تا ۴۵)

نمبر ۲ ــــ ہر زمانہ میں قرآنی تعلیم کو صحیح انداز میں تازہ کرنے کے لئے مجددین اور کامل عارفین آتے رہے ہیں۔ جن کا انکار کفر و فسق ہے۔

(شہادۃ القرآن ص ۳۵ تا ۳۶ و دیگر کتب

نمبر ۳ ــــ سلف خلف کیلئے بطور وکیل کے ہوتے ہیں اور ان کی شہادتیں آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی

ہیں۔

(ازالہ ص ۴۷۵)

نمبر ۴ ۔۔۔۔جس بات پر قسم کھائی جائے اس کا ظاہری مفہوم ہی لیا جائے گا اور اس میں کوئی تاویل یا استثناء نہیں ہو گا ورنہ قسم کا کیا فائدہ؟

(حمامۃ البشریٰ ص ۱۴ خزائن ج ۷ ص ۱۹۲ حاشیہ)

ناظرین کرام مندرجہ بالا حدیث پاک کی وضاحت اور صحیح مفہوم میں از خود نہیں بلکہ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں بیان کروں گا۔ تاکہ کسی کو شک و شبہ کی یا انکار و انحراف کی گنجائش باقی نہ رہے۔

علم بلاغت میں یہ بات مسلم ہے کہ

بلیغ کلام کے باعتبار مخاطب تین درجے ہوتے ہیں

ا...... مخاطب خالی الذہن ہو۔ تو اسے کوئی خبر سنائی جائے۔

۲...... مخاطب کسی خبر کے بارے میں متردد ہو۔

۳...... مخاطب اسی خبر کا منکر ہو۔

لٰہذا پہلے مخاطب کے سامنے بالکل سادہ خبر پیش کی جائے گی۔ مثلاً "زید قائم۔

دوم۔ مخاطب ثانی کے سامنے خبر کو بصورت تاکید پیش کیا جائے گا مثلاً "ان زیدا قائم

دوم۔ مخاطب ثالث جو کہ اس خبر کا منکر ہے اس کے سامنے خبر نہایت تاکید کے ساتھ پیش کی جائے گی جو اس کے انکار کی کیفیت کو ختم کر دے مثلاً "ان زیدا لقائم (تلخیص مختصرا" المعانی وغیرہ)

اب ظاہر ہے کہ یہ فرمان پیغمبر ﷺ سادہ نہیں بلکہ موکدہ ۔ قسم اور لام تاکید مع نون ثقیلہ بیان کیا گیا ہے جس سے اس فرمان کی تاکید مندرجہ بالا قاعدہ سے انتہائی بڑھ جاتی ہے۔

حالانکہ خاتم الانبیاء کا صدق و دیانت اہل اسلام کے ہاں ہی نہیں بلکہ منکرین کے ہاں بھی مسلم تھا تو پھر آپ نے یہ قسم کیوں کھائی؟ اور خبر کو تاکید کے بالا ترین مقام سے آگے کیوں پہنچایا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اس طریقہ ارشاد سے آپ نزول حیات مسیح کے ایک منکر گروہ کے ظہور کی پیش گوئی فرما رہے ہیں

اور ساتھ ہی اوتیت جوامع ا لکلم۔ کی روشنی میں ان کا رد فرما رہے ہیں کہ

میں محمد رسول اللہ (ﷺ) الصادق الامین قسم کھا کر اور تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم ضرور اور یقیناً" اتریں گے۔ کوئی بناوٹی عیسیٰ نہیں بلکہ وہی عیسیٰ جو کہ مریم عذرا کے فرزند اور خدا کے مقدس پیغمبر تھے۔ صاحب انجیل تھے وہی بعینہ اور ہو بہو تشریف لاویں گے۔ (اس لئے بھی کہ لااستعارۃ فی الاعلام)

چنانچہ مرزا صاحب کا بیان کردہ اصول نمبر ۴ کہ "جس کلام کو قسم کھا کر بیان کیا جائے اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ظاہر پر ہی محمول ہو گا۔" تو اس کے پیش نظر

اس حدیث مذکور میں عیسیٰ بن مریمؑ سے بعینہ وہی عیسیٰؑ مراد ہوں گے جو کہ صاحب انجیل اور فرزند مریم بتول تھے۔ نہ کہ کوئی دیگر فرد جو ان کی خو بو پر آجائے یا ان کا کوئی مثیل وغیرہ۔ ورنہ قسم کا کیا فائدہ؟ نیز جیسے عیسیٰ بن مریم کے اسم گرامی میں کوئی تاویل نہ ہو سکے گی۔ اسی طرح اس میں ذکر کردہ لفظ نزول کا معنی بھی ظاہری ہی ہو گا۔ کہ کسی چیز کا اوپر سے نیچے اترنا۔ اور ایسے ہی بعد کے تمام مذکورہ امور کا مفہوم بھی ظاہری لیا جائے گا۔ ان کی کوئی تاویل نہ ہو گی کیونکہ پھر یہ بات مرزا صاحب کے ذکر کردہ اصول کے خلاف ہو گی۔

پھر اسی بنا پر جملہ حکما عدلا" کا مفہوم بھی یہی ہو گا کہ وہ عادل حکمران کی حیثیت سے نازل ہوں گے نہ یہ کہ وہ بعض اتفاقی نظریات اور دینی مسائل میں فیصلہ کرنے والے ہوں گے جیسے کہ مرزا صاحب کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ کام تو سابقہ ائمہ دین اور اکابرین امت کر چکے ہیں (مگر ان کو کسی نے حکمران نہیں کہا) چنانچہ مرزا صاحب بھی اس کا معنی گورنر جنرل کرتے ہیں۔ تریاق القلوب ص ۹ روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۱۴۳ طبع ربوہ

تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ جن کی آمد کی خبر امین و صادق نبی ﷺ دے رہے ہیں وہ ظاہری حکمران کی حیثیت سے آئیں گے نہ محض روحانی اور علمی حکمران کے سطور پر چنانچہ متعدد ارشادات نبویہ میں وضاحت ہے کہ حضرت مسیحؑ آکر زمین میں چالیس یا پینتالیس سال حکومت بھی کریں گے اور دین اسلام کی ایسی اشاعت و ترویج فرمائیں گے کہ دنیائے عالم کے تمام مذاہب و نظریات مٹ جائیں گے صرف اسلام ہی باقی رہ جائے گا۔ عدل و انصاف کا خوب دور دورہ ہو گا۔ آسمان و زمین کی تمام خیرات و برکات کا خوب ظہور ہو گا گویا آسمان کی طرح زمین پر ظاہرا" بھی خدا کی بادشاہت قائم ہو جائے گی۔ صرف اسی کی مرضی چلے گی۔

۳..... یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر۔

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ موجودہ صلیب پرست عیسائیت کی تائید نہیں فرمائیں گے بلکہ اس کی تردید فرماتے ہوئے بجائے تعظیم کے صلیب کو توڑ دیں گے پھر اس کی عبادت اور تعظیم ختم ہو کر خالص توحید الٰہی قائم ہو جائے گی۔ صلیب پرستی کی بجائے خدا پرستی قائم ہو جائے گی۔ ایسے ہی عیسائیوں کے نظریہ حلت خنزیر کی بیخ کنی فرماتے ہوئے اس کو پالنے یا رکھنے اور کھانے کی بجائے اس کو قتل کر دیں گے۔ جیسے کسی وقت کثرت کلاب (کتوں) کی صورت میں بلدیہ والے ان کو مروا دیتے ہیں۔ ایسے ہی حضرت مسیحؑ خنزیروں کو بوجہ نجس العین ہونے کے مروا دیں گے۔ بجائے حفاظت و پرورش کے اسے تلف کرا دیں گے۔

۴..... ویضع الحرب۔ وہ جنگ کو موقوف کر دیں گے۔

یعنی اہل اسلام کے خلاف کفار کی محاذ آرائی ختم ہو جائے گی۔ تمام کفار یا مقتول ہو جائیں گے یا مسلمان ہو جائیں گے تو پھر جنگ و قتال بوجہ عدم ضرورت موقوف ہو جائے گی کیونکہ وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ کی فضا قائم ہو جائے گی تو اب جنگ کیسی؟۔ یہ مطلب

نہیں کہ آپ باوجود کفرو کفار کے ویسے ہی جنگ کو حرام قرار دے دیں گے۔ (او محض تصنیف کتب اعلانات مباہلہ اور مناظرہ بازی شروع کردیں گے) بلکہ اب وجوہ جنگ (مزاحمت اور فتنہ کفار) باقی نہ رہیں گے لہٰذا جنگ بھی موقوف ہوجائے گی۔ یہ ہرگز مراد نہیں کہ نفس مسئلہ ہی کو ختم کردیا جائے گا۔ جہاد کو منسوخ اور حرام قرار دے دیا جائے گا۔ جیسے کہ مرزا قادیانی لکھتا ہے۔

نیز بعض روایات میں موقوفی جزیہ کا بھی تذکرہ ہے تو اس کا مفہوم بھی یہی ہے کہ جب کفار ہی نہ رہے تو جزیہ کیسا؟ یا اس وقت صرف قبول اسلام یا جنگ رہ جائے گی جزیہ کو بطور استثناء ختم کردیا جائے گا۔

یہی مفہوم۔ فتح الباری لابن حجر عسقلانیؒ میں مذکور ہے جو کہ مجدد صدی ہشتم ہیں اس بناء پر اس مفہوم کا انکار کفر و فسق ہوگا نہ کہ تحقیق اور راستی۔

ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد

یعنی حضرت عیسیٰؑ اتنا مال و دولت رعایا پر نچھاور کریں گے کہ پھر اسے کوئی قبول نہ کرے گا۔ جیسا کہ عہد عثمانؓ میں بھی ایسا وقت آچکا تھا کہ ایک آدمی گھر سے زکوٰۃ لے کر نکلتا مگر اسے کوئی لینے والا نہ ملتا۔ ایسے ہی آخر زمانہ میں ہر شخص اتنا متمول ہوجائے گا کہ کوئی اس کی پرواہ نہ کرے گا۔ حتیٰ کہ زکوٰۃ و خیرات کا کوئی مصرف نہ رہے گا نیز اس وقت ہر شخص اعلیٰ درجہ کا مسلمان اور متقی ہوگا۔ مال و دولت کا حریص نہ ہوگا۔ اب لوگ کاروبار کی مصروفیت کی بناء پر فرض نماز اور روزہ کی پرواہ نہیں کرتے مگر اس وقت یہ کیفیت نہ ہوگی بلکہ کثرت مال اور غلبہ اسلام کی بناء پر لوگ عبادات کو مال و دولت پر ترجیح دیں گے۔ حتیٰ کہ ایک سجدہ یعنی ایک رکعت کے مقابلہ میں تمام دنیا کی بھی پرواہ نہیں کریں گے۔

یا یہ مفہوم بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ اس وقت بدنی عبادت کو مالی عبادات (صدقہ و خیرات) پر ترجیح دیں گے۔ کیونکہ اس وقت ہمہ قسم کی خیرات و برکات کا عام ظہور ہوگا۔ باہمی عداوت و بغض اور محاذ آرائی ختم ہوکر باہمی الفت و محبت۔ تقویٰ و طہارت للیت و خشیت الٰہی غالب ہوگی گویا فرشتوں جیسا ماحول رونما ہوجائے گا تو ظاہر ہے کہ اس ماحول میں مالی عبادات نہیں ہوتیں بلکہ بدنی اور قلبی عبودیت کا ہی دور دورہ ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں معاش کی فکر نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف معاد کا کھٹکا ہی پیش نظر ہوتا ہے ثم یقول ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ اقراءوا ان شئتم الخ یعنی اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ فرماتے کہ پڑھو۔ وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ الخ یعنی یہ امور صرف میری بیان کردہ حدیث ہی میں نہیں بلکہ اس کی تائید و تصدیق قرآن مجید کی آیت کریمہ سے بھی ہورہی ہے (جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل ہر ایک اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) آپ پر لازماً ایمان لے آئے گا اور پھر انہی حالات کے پیش نظر آپ روز حشر ان کے متعلق گواہی دیں گے۔

(صحابی رسول بحیثیت حدیث قرآن مجید کی تصدیق سے ثابت کررہے ہیں نیز اپنی تصدیق بھی واضح فرمارہے ہیں۔)

وجہ استدلال یوں ہے کہ

اس سے پہلی آیت میں رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہود عنود کا دعویٰ قتل مسیح بالکل جھوٹ اور افتراء ہے۔ مسیح کو نہ یہود قتل کرسکے اور نہ ہی صلیب پر لٹکا سکے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے بحفاظت تمام زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے اور اللہ تعالیٰ اس معاملہ میں نہایت زبردست اور حکمتوں والا ہے پھر سوال پیدا ہوا کہ کیا مسیح آسمان پر ہی رہیں گے۔ وہ فوت نہ ہوں گے اس کے نزول الی الارض لازمی ہے۔ تو اس کی وضاحت اس آیت میں فرمائی کہ ایسا نہ ہوگا بلکہ وہ اپنے موقعہ پر زمین پر اتریں گے۔ دین نبی آخر الزمان ﷺ کی تائید و ترویج فرمائیں گے حتیٰ کہ اس وقت کے تمام یہود و نصاریٰ پر اصل حقیقت واضح ہوجائے گی تو وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حکم سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر لاکر مسلمان ہوجائیں گے۔ پھر کوئی بھی یہودی یا عیسائی باقی نہ رہے گا پھر اس کے ایک مدت بعد آپ فوت ہوں گے تو اس آیت میں ان کی موت اور ان پر اہل کتاب کا ایمان لانا بیان فرمایا جس کے ضمن و اقتضاء میں ان کا زمین پر نزول اور ایک وقت تک سکونت بھی ظاہر ہوجاتی ہے۔

## تنبیہہ

ملاحظہ فرمائیے اس آیت کا یہ ترجمہ اور مفہوم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کے سامنے پیش فرمارہے ہیں مگر کسی بھی صحابی نے اس وقت یا بعد میں اس پر کوئی اعتراض یا تردید نہیں فرمائی۔ اس طرح یہ تمام صحابہ کا اجماعی نظریہ اور عقیدہ ثابت ہوجاتا ہے اس لئے اس آیت کریمہ کو ہر محدث اور مفسر وغیرہ نے آج تک نزول مسیح کی بنیادی دلیل قرار دیا ہے۔ اور یہی ترجمہ "فصل الخطاب" میں حکیم نور دین مرزائی نے بھی درج کیا ہے لہٰذا یہ قرآنی مفہوم شروع سے ہی اہل اسلام میں مسلسل اور متوارث و متواتر مسلم چلا آتا ہے لہٰذا یہی حق اور صحیح ہوگا۔ اور اس کے خلاف گمراہی۔ پھر مرزا صاحب کے اصول نمبر۳ کی رو سے یہ ہمارے تمام سلف صالحین کی اجماعی شہادت ہے جسے تسلیم کرنا ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ اس کے خلاف کوئی بھی مفہوم اور نظریہ خلاف حق ہوگا جو کہ سراسر گمراہی اور ضلالت تو ہوسکتا ہے مگر اس میں صحت و راستی کا نام و نشان نہیں ہوسکتا۔

نیز یہی مفہوم امت کے ہر مجدد و ملہم نے لیا ہے جس پر کتب تفسیر و حدیث اور عقائد شاہد عدل ہیں۔ چنانچہ یہ مفہوم براہ راست فتح الباری نیز بخاری ص ۲۸۱جزء۱۳ سے لیا گیا ہے

اب اس سے انحراف و انکار بقول قادیانی کفر و فسق تو ہوسکتا ہے حق و صواب ہونا ناممکن ہے۔

باقی صفحہ ۱۷ پر

# VERDICT ON QADIANIS

## A Logical Approach

(SPECIAL PRESENTATION FOR THE YOUNG MEN OF TODAY)

By:
MAULANA MUHAMMAD YUSUF LUDHIANVI
Translated By
K.M. SALIM

Edited By
DR. SHAHIRUDDIN ALVI

the Exalted, and which I wrote very specifically at several places in *Braheen Ahmadiya* after whose publication more than some seven years should have elapsed by now. Certainly I have not made this claim that I am Masih Ibn Mariam. Any person who blames me for this is an outright liar and a false accuser because continuously for the past seven, eight years I have been notifying that I am 'Maseel-e-Masih".

*(Izala-e-Auham, p.190: Roohani Khazain, Vol.3,p.192). Ref. No.19.*

*Ref. No. 19*

*Izala-e-Auham, p.190, Roohani Khazain, Vol.3, p.192.*

حصہ اول ۱۹۲ ازالہ اوہام

۱۹۰

علمائے ہند کی خدمت میں نیاز نامہ

اے برادران دین و علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں کہ اس عاجز نے جو مثیل موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ یہ کوئی نیا دعویٰ نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خدائے تعالیٰ سے پاکر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا جس کے شائع کرنے پر سات سال سے بھی کچھ زیادہ عرصہ گذر گیا ہوگا۔ میں نے یہ دعویٰ ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح بن مریم ہوں جو شخص یہ الزام میرے پر لگاوے وہ سراسر مفتری اور کذاب ہے بلکہ میری طرف سے عرصہ سات یا آٹھ سال سے برابر یہی شائع ہو رہا

ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعض روحانی خواص طبع اور عادت اور اخلاق وغیرہ کے خدائے تعالیٰ نے میری فطرت میں بھی رکھی ہیں اور دوسرے کئی امور میں جن کی تصریح انہیں رسالوں میں کر چکا ہوں میری زندگی کو مسیح ابن مریم کی زندگی سے اشد مشابہت ہے اور یہ بھی میری طرف سے کوئی نئی بات ظہور میں نہیں آئی کہ میں نے ان رسالوں میں اپنے تئیں وہ موعود ٹھہرایا ہے جس کے آنے کا قرآن شریف میں اجمالاً اور احادیث میں تصریحاً بیان کیا گیا ہے کیونکہ میں تو پہلے بھی براہین احمدیہ میں بتصریح لکھ چکا ہوں کہ میں وہی مثیل موعود ہوں جس کے آنے کی خبر روحانی طور پر قرآن شریف اور احادیث نبویہ میں پہلے سے وارد ہو چکی ہے۔ تعجب کہ مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۶ جلد ساتویں میں جس میں براہین احمدیہ کا ریویو لکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل و جان مان چکے ہیں مگر پھر بھی سنا جاتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب موصوف کو بھی اور لوگوں کا شور اور غوغا دیکھ کر

**Result:** The outcome of the above two statements of Mirza is crystal clear, viz.

(a) because the Masih whose coming has been promised is Masih Ibn Mariam, and

(b) because Mirza has not claimed to be Masih Ibn Mariam;

therefore, Mirza Qadiani is not the promised Masih. On the contrary whosoever calls him Masih Ibn Mariam or the promised Masih is an outright liar and false accuser.

**Proof No. 2: Mirza Qadiani did not come in the Last Era**

Hazrat Masih Ibn Mariam, peace be on him, will come in the last era of the world and will be the revivalist of the last century. Acknowledging this

fact, Mirza quotes a holy Hadith:

> "On the head of each century, God will commission a person who will revive His Deen for the Ummah................And any variation in the utterance of صلی اللہ علیہ وسلم is impossible ... and this is a unanimous point among Ahle-Sunnat that the last revivalist of the Ummah shall be the promised Masih who will appear in the last era. Now the issue that needs to be ascertained is whether the present time is the last era or not? Both the Jewish and Christian communities agree that this is the last era. Ask them if you wish".

*(Haqiqat ul Wahi, p.193; Roohani Khazain, Vol.22, pp.200-201). Ref. No.20.*

**Ref. No. 20**

*Haqiqat-ul-Wahi, p.193; Roohani Khazain, Vol.22, pp.200-201.*

حقیقۃ الوحی ۲۰۰ بعض اعتراضوں کے جواب

اُس کی سچائی ظاہر کرے گا۔ یہ پچیس ۲۵ برس کا الہام ہے جو براہین احمدیہ میں لکھا گیا۔ اور ان دنوں میں پورا ہوا کہ جس کے کان سننے کے ہیں وہ سنے ✚

یہ تو ہم نے دو دو تین پیشگوئیاں لکھی ہیں جن پر ہمارے مخالف مولوی اور انہیں کا بھائی چیلا عبد الحکیم خان بار بار اعتراض کرتے ہیں۔ اب ہم اُن کے مقابل یہ دکھلانا چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کے آسمانی نشان ہماری شہادت کیلئے کس قدر ہیں لیکن افسوس کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جائیں تو ہزار جزو کی کتاب میں بھی اُن کی گنجائش نہیں ہو سکتی اس لئے ہم صرف بطور نمونہ کے ایک سو چالیس ۱۴۰ نشان اُن میں سے لکھتے ہیں۔ اُن میں سے بعض وہ پہلے نبیوں کی پیشگوئیاں ہیں جو میرے حق میں پوری ہوئیں۔ اور بعض اس اُمت کے اکابر کی پیشگوئیاں ہیں اور بعض وہ نشان خدا تعالیٰ کے ہیں جو میرے ہاتھ پر ظہور میں آئے اور چونکہ پہلی پیشگوئیوں پر اُن پیشگوئیوں کو تقدم زمانی ہے اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ تحریری طور پر بھی انہیں کو مقدم رکھا جائے اور یہ تمام پیشگوئیاں ایک ہی سلسلہ میں نمبروار لکھی جائیں گی۔ اور وہ یہ ہیں:-

(۱) پہلا نشان۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا۔ رواہ ابو داؤد یعنی خدا ہر ایک صدی کے سر پر اس اُمت کے لئے ایک شخص مبعوث فرمائیگا جو اُس کیلئے دین کو تازہ کریگا۔ اب اس صدی کا بھی چوبیسواں ۲۴ سال جاتا ہے اور ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ میں تخلف ہو۔ اگر کوئی کہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو بارہ صدیوں کے مجددوں کے نام بتلاویں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث

✚ خدا تعالیٰ نے مجھے صرف یہی خبر نہیں دی کہ پنجاب میں زلزلے وغیرہ آفات آئیں گی [illegible] مبعوث نہیں ہوا بلکہ جہاں تک دنیا کی آبادی ہے ان سب کی اصلاح کیلئے مامور ہوں [illegible] یہ زلزلہ صرف پنجاب سے مخصوص نہیں ہے بلکہ تمام دنیا ان آفات سے حصہ لیگی [illegible] جو پہلے ہی سے [illegible] ایشیا کے لئے مقدر ہے جو شخص زندہ رہیگا وہ دیکھ لیگا۔ منہ

حقیقۃ الوحی ۲۰۱ بعض اعتراضوں کے جواب

علماء اُمت میں مسلّم چلی آئی ہے اب اگر میرے دعوے کے وقت اس حدیث کو ضعیف بھی قرار دیا جائے تو ان مولوی صاحبوں سے یہ بھی بیجا ہے بعض اکابر محدثین نے اپنے اپنے زمانہ میں خود مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ بعض نے کسی دوسرے کے مجدد بنانے کی کوشش کی ہو۔ پس اگر یہ حدیث صحیح نہیں تو انہوں نے دیانت سے کام نہیں لیا اور ہمارے لئے یہ ضروری نہیں کہ تمام مجددین کے نام ہمیں یاد ہوں یہ علم محیط تو خاصہ خدا تعالیٰ کا ہے ہمیں عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں مگر اسی قدر جو خدا بتلاوے اسوا اسکے یہ اُمت ایک بڑے حصہ دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور خدا کی مصلحت کبھی کسی ملک میں مجدد پیدا کرتی ہے اور کبھی کسی ملک میں۔ پس خدا کے کاموں کا کون پورا علم رکھ سکتا ہے اور کون اُس کے غیب پر احاطہ کر سکتا ہے۔ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ حضرت آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر ایک قوم میں نبی کتنے گذرے ہیں۔ اگر تم یہ بتلا دو گے تو ہم مجدد بھی بتلا دیں گے۔ ظاہر ہے کہ عدم علم سے عدم شے لازم نہیں آتا۔ اور یہ بھی اہل سنّت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس اُمت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں۔ یہود و نصاریٰ دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے اگر چاہو تو پوچھ کر دیکھ لو۔ مری پڑ رہی ہے زلزلے

۱۹۳ آ رہے ہیں۔ ہر ایک قسم کی خارقِ عادت ابتلا شروع ہیں پھر کیا یہ آخری زمانہ نہیں؟ اور صلحاء اسلام نے بھی اس زمانہ کو آخری زمانہ قرار دیا ہے اور چودھویں صدی میں سے بھی تئیس ۲۳ سال گذر گئے ہیں پس یہ قوی دلیل اس بات پر ہے کہ یہی وقت مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعویٰ کیا۔ اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعوے پر پچیس ۲۵ برس گذر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں۔ اور میں ہی وہ ایک ہوں جس نے عیسائیوں اور دوسری قوموں کو خدا کے نشانوں کے ساتھ ملزم کیا۔ پس جبتک میرے اس دعوے کے مقابل پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔ زمانہ میں خدا نے نو ہستیں لکھی ہیں۔

**Respected Readers:** Mirza has said here three things: (1) Holy Hadith has it that at the start of each century a revivalist will come and that it is impossible that a century starts and the Revivalist does not come. (2) Consensus of Ahle Sunnat is that the last revivalist of the last century will be Hazrat Masih Ibn Mariam, Allah's mercy on him and (3) Agreeing with the Jews and the Christians, Mirza says that the fourteenth century (AH) is the last era of the world.

But with the advent of the fifteenth century (AH) the third point of Mirza is contradicted and is void because as per prophetic revelation, a revivalist must come in the fifteenth century; and when the sixteenth century starts a revivalist will again come and so on, till in the last century, the last revivalist will be Masih Ibn Mariam. This proves that Mirza's claim in the fourteenth century that he is the promised Masih is false. Mirza proved to be a liar in his contention.

**Proof No. 3: Masih Ibn Mariam shall live for forty years in the world**

"It is in the Hadith that Hazrat Masih, peace

be on him, shall live in the world for forty years".

(Ref: *Haqiqat-un- Nubuwwah,*, p.192, Author: Mirza Mahmud Ahmad, son of Mirza Ghulam Ahmad). *Ref. No.21.*

*Ref. No. 21*

*Haqiqat-un-Nubuwwah, p.192, by Mirza Mahmud Ahmad.*

حصہ اول ۱۹۲ حقیقت النبوۃ

[illegible]

Mirza Ghulam Qadiani in his book, *Nishan-e-Aasmani*, quoted a couplet from Shah Niamat Ullah Wali and conveniently fitted its contents upon himself:

تا چہل سال اے برادر من

دور آں شہسوار می بینم

"Till forty years, O brother mine,
Era of that Cavalier I see".

"From that day, the Imam (here Mirza calls himself Imam; in the couplet he calls himself Cavalier) will reveal his self, as one who is divinely inspired. He will have a life of forty years thereafter. Now let it be clear that this humble has been commissioned for preaching the truth by special revelation in fortieth year of his life and has been given a good news that "Thine age is up to eighty years or thereabout". Therefore, by this revelation, my preaching commission is proved to last 40 years, out of which full ten years have already passed".

(*Nishan-e-Aasmani, p.14; Roohani Khazain Vol. 4, p.374*). *Ref. No.22.*

*Ref. No. 22*

*Nishan-e-Aasmani, p.14; Roohani Khazain, Vol. 4, p.374.*

۱۴

گلشنِ شرع را ہمے بویم | گلِ دیں را بہار مے بینم

یعنی اُس سے شریعت تازہ ہو جائیگی اور دین کے شگوفوں کو پھل لگیں گے۔ یہ اُس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۰ میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہر یک دین پر بذریعہ اس عاجز کے دینِ اسلام غالب کیا جائیگا اور پھر صفحہ ۴۹۱ براہین یہ الہام ہے کہ خدا تجھ کو ترک نہیں کریگا جبتک کہ خبیث اور پاک میں فرق کر کے دکھلاوے۔

تا چہل سال اے برادرِ من | دورِ آں شہسوار مے بینم

یعنی اُس روز سے جو وہ امام ملہم ہو کر اپنے تئیں ظاہر کریگا چالیس برس تک زندگی کریگا۔ اب واضح رہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوتِ حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی برس تک یا اسکے قریب تیری عمر ہے سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوتی ہے جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۰ و اللّٰہ علیٰ کل شیءٍ قدیر اگرچہ اب تک حضرت نوح کی طرح دعوتِ حق کے آثار نمایاں نہیں لیکن اپنے وقت پر تمام باتیں پوری ہونگی۔

عاصیاں از امامِ معصومم | خجل و شرمسار مے بینم

اس بیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُس امام کی جو چودھویں صدی کے سر پر آئیگا مخالف اور نافرمان بھی ہونگے جنکے لئے آخر خجالت اور شرمساری مقدر ہے۔ یہ اسی کی طرف اس الہام میں اشارہ ہے جو فیصلہ آسمانی میں چھپ چکا ہے اور وہ یہ کہ میں فتاح ہوں تجھے فتح دونگا ایک عجیب مدد تو دیکھے گا اور منکر سجدوں میں گریں گے یعنے مخالف لوگ یہ کہتے ہوئے کہ خدایا ہمیں بخش کہ ہم خطا وار تھے۔

۳۷۴

**Respected Readers:** Mirza wrote this booklet, *Nishan-e-Aasmani*, in June,1892, as is written on its title page. Mirza acknowledged that 10 years had already passed and 30 more years remained for him to live (to complete the forty-year Commission

of the promised Masih). In other words, Mirza should have lived up to the year 1922, but Mirza died in 1908. So his claim of being promised Masih was a lie and his revelation of living for the said forty years was a hoax.

**Proof No. 4: Masih Ibne Mariam, Allah's Mercy on him, shall marry.**

Hadith Shareef has it that Masih Ibn Mariam, Allah's mercy on him, shall marry. (Ref. *Mishkat, p.480*). Mirza Qadiani while mentioning the above Hadith in his book, *Nishan-e-Aasmani*, writes:

> "For corroboration of this prediction (Viz., Mirza's illusory, 'heavenly Nikah with Muhammadi Begum), the holy Prophet of Allah has also previously predicted that the promised Masih will take a wife and have children. Now it is obvious that this mention of marriage and children normally bears no significance because every one generally marries and has children. There is no excellence in it. But here marriage means special marriage as a token and by children is meant special children for which the prediction of this humble self is there. It looks as if the Prophet of Allah صلی اللہ علیہ وسلم is answering here the doubts of those black-hearted unbelievers that these sayings will certainly be fulfilled".

*(Zamimah Anjam-e-Atham, p.53; Roohani Khazain Vol.11, p.337). Ref. No.23.*

*Ref. No. 23*

*Zamimah Anjam-e-Atham, p.53; Roohani Khazain, Vol. 11, p.337.*

٣٣٧

[illegible] ... ناک کٹ جائے گی ... [illegible]

Mirza wrote this in 1896. By that year, Mirza had married twice and had children from them but those were according to Mirza ordinary marriages, which had no excellence. The one that had to be excellent as a token and which was predicted by the Prophet صلی اللہ علیہ وسلم never took place. Thus it is proved that according to the noble saying of the holy Prophet صلی اللہ علیہ وسلم Mirza Ghulam Ahmad Qadiani was not the promised Masih. ●●

## بد عملی کے نتائج

"حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کسی کو ' اپنے مال کی زکوٰۃ خوشدلی سے دیا کرو ' رمضان کے روزے رکھو......... اور بیت اللہ کا حج کیا کرو ' دیکھو! اسلام میں ہجرت اور بڑی اچھی بات ہے ' اور ہجرت میں جہاد بہت خوب ہے ' اور حاکم نہ بننا! پھر فرمایا یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی نظر آتی ہے ' بہت جلد یہ پھیل جائے گی اور زیادہ ہو جائے گی یہاں تک کہ ان لوگوں کے ہاتھ لگے گی جو اس کے اہل نہیں ہوں گے حالانکہ جو شخص حاکم بن جاتا ہے اس کا حساب طویل تر اور عذاب سخت تر ہو گا ' اور جو شخص امیر نہ بنے اس کا حساب نسبتاً " آسان اور عذاب ہلکا ہو گا اس کی وجہ یہ ہے کہ حکام کو مسلمانوں پر ظلم کا موقع نسبتاً " زیادہ ملتا ہے اور جو شخص مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ عہد خداوندی کو توڑتا ہے ' اہل ایمان ' اللہ کے ہمسائے اور اس کے بندے ہیں ' تم میں سے کسی کے ہمسائے کی بکری یا اونٹ کو آفت پہنچے تو ساری رات پریشانی میں گزارتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے ہمسائے کی بکری ' میرے ہمسائے کا اونٹ ' بس یقیناً " اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ اپنے ہمسائے کی تکلیف پر غضبناک ہو۔"

**آئندہ شمارہ میں**

# MIRZA GHULAM AHMAD IN THE MIRROR OF HIS OWN WRITINGS

# قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ (جدید ایڈیشن)

## پروفیسر محمد الیاس برنیؒ

○۔ " قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ "برصغیر پاک و ہند میں وہ مشہور کتاب ہے جسے قادیانی عقائد و عزائم کا انسائیکلوپیڈیا کہا جاسکتا ہے۔

○..... آج تک اس کے تمام ایڈیشن لیتھو پر شائع ہوئے تھے جن میں موجود بہت سی غلطیاں کتاب کے حسن کو ماند کررہی تھیں۔

○..... اب اس کا جدید ایڈیشن کمپیوٹر پر عالمی مجلس تحفظ ختم نے شائع کیا ہے۔

جدید ایڈیشن درج ذیل خصوصیات کا مجموعہ ہے:۔

۱..... قدیم قادیانی کتب اور ان کے جدید ایڈیشنوں کے حوالہ جات کا اضافہ کیا گیا ہے نیز روحانی خزائن (مطبوعہ ربوہ و لندن) کے حوالہ جات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

۲..... قادیانی اخبارات و رسائل کے حوالہ جات بمعہ جلد' شمارہ' تاریخ اور صفحات بھی شامل کردیئے گئے ہیں۔

۳..... کتابت کی سابقہ تمام غلطیوں کو دور کردیا گیا ہے۔ حوالے کی اصل کتابوں سے عبارتوں کو ملا کر تصحیح کردی گئی ہے۔

۴..... سیرت المہدی کے حوالہ جات میں صفحہ اور جلد کے ساتھ روایت نمبر بھی درج کردیا گیا ہے۔

۵..... جہاں کہیں عبارتوں میں کتابت کی غلطی تھی اسے دور کردیا گیا ہے۔

۶..... فاضل مصنف مرحوم نے عنوان کے ساتھ صرف نمبر لگائے تھے۔ ہم نے فہرست میں ان عنوانات کے ساتھ صفحات بھی دے دیئے ہیں۔

۷..... ضمیمہ جات کے عنوانات کی فہرست کو اصل فہرست کے ساتھ لگادیا گیا ہے۔

۸..... مرزا قادیانی کے اشتہارات جو تبلیغ رسالت کے نام سے پہلے دس جلدوں میں تھے۔ ان حوالہ جات میں مجموعہ اشتہارات کی تینوں جلدوں کے صفحات دے دیئے ہیں۔

۹..... مصنف نے مرزا کے اقوال کفریہ مختلف قادیانی رسائل و اخبارات کے حوالہ کے ساتھ دیئے تھے۔ اب ملفوظات کے حوالہ جات بھی ساتھ لگادیئے گئے ہیں۔

۱۰..... مصنف کے زمانہ تصنیف کتاب ہذا کے وقت مرزا قادیانی کا کفر نامہ' تذکرہ' شائع نہیں ہوا تھا۔ اس ایڈیشن میں "تذکرہ" کے حوالہ جات بھی دیئے گئے ہیں۔

کمپیوٹر کتابت۔ عمدہ سفید کاغذ۔ سہ رنگ ٹائٹل۔ خوب صورت جلد۔ صفحات ۱۱۳۰۔

قیمت تین صد ر۳۰۰روپے صرف۔

ملنے کا پتہ۔ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت۔ حضوری باغ روڈ۔ ملتان۔ فون نمبر ۵۱۴۱۲۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# بارھواں انٹرنیشنل گولڈ میڈل انعامی تحریری مقابلہ

## بعنوان: شہیدانِ ناموسِ رسالت ﷺ

(۱) عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت ننکانہ صاحب کے زیرِ اہتمام **بارھواں** انٹرنیشنل گولڈ میڈل انعامی تحریری مقابلہ بعنوان **شہیدانِ ناموسِ رسالت ﷺ** منعقد ہو رہا ہے۔ اس انعامی مقابلے کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

(۲) اس **بارھویں** انٹرنیشنل گولڈ میڈل انعامی تحریری مقابلے کا عنوان ہے: **"شہیدانِ ناموسِ رسالت ﷺ"**

(۳) اوّل، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیب امیدواروں کو بالترتیب **گولڈ میڈل، سلور میڈل، کانسی کا میڈل، خصوصی سند اور قیمتی کتابوں کا سیٹ** دیا جائے گا۔

(۴) **مقابلے میں شرکت کرنے والے ہر اُمیدوار کو ایک خوبصورت تعریفی سند پیش کی جائے گی۔**

(۵) اس کے علاوہ **(۱۰) خصوصی قیمتی انعامات** کتابوں کے دیے جائیں گے۔

(۶) مضامین کاغذ کے ایک طرف اور خوشخط تحریر کیے جانے چاہئیں۔

(۷) مضمون کم از کم دس صفحات اور زیادہ سے زیادہ پچاس صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے۔ (کاغذ کا سائز بڑے صفحات پر مشتمل ہو)

(۸) مضامین کے آخر میں اپنا نام مع ولدیت، مکمل ایڈریس (ٹیلیفون نمبر اگر ہو) ضرور تحریر فرمائیں۔

(۹) جج صاحبان کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو گا جسے کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکے گا۔

(۱۰) جس مضمون کے لیے کتاب سے مدد لی جائے اُس کا اور اُس کے مصنف کا نام ضرور تحریر ہونا چاہیے۔

(۱۱) مضامین بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۰ جنوری ۱۹۹۶ء ہے اس کے بعد آنے والے مضامین مقابلے میں شامل نہ ہوں گے۔

(۱۲) مضمون بھیجنے والے ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ اپنے مضمون کے ہمراہ سند اور لٹریچر کے ڈاک خرچ کے لیے دو (۲) روپے کے ڈاک ٹکٹ ضرور ارسال فرمائے۔

(۱۳) نتائج کی اطلاع ہر اُمیدوار کو بذریعہ سرکلر، اخبارات، ہفت روزہ "لولاک" فیصل آباد اور ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی دی جائے گی۔

تقریب تقسیم انعامات مارچ ۹۶ء کو ننکانہ صاحب میں منعقد ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

؎ صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

## عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت

تنکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ ☎ 874812